لڑکیوں کی بغاوت؟

اسباب وعلاج

مع ضمیمہ

تالیف

فضیلۃ الشیخ مقصود الحسن فیضی

مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ الخیریۃ سونس

سلسلۂ اشاعت نمبر۔ ۴۰

نام کتاب	:	لڑکیوں کی بغاوت، اسباب وعلاج
تالیف	:	مقصود الحسن فیضی
طباعت	:	A1 گرافکس اسٹوڈیو : 9819189965-91+
صفحات	:	۱۲۸
دوسرا ایڈیشن	:	اکتوبر ۲۰۲۲ء
تعداد	:	دو ہزار
قیمت	:	
ناشر	:	مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، سونس

ملنے کے پتے:

- **مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ:**

بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینۃ انگلش اسکول، مہاڈ ناکہ کھیڈ، ضلع: رتنا گری-415709

- **بشیر اسماعیل دبیر:**

مقام پوسٹ وتعلقہ روہا، ضلع رائے گڈھ

- **دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی:**

14-15، چونا والا کمپاؤنڈ، مقابل کرلا بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئی-70

فہرست مضامین

موضوعات ومضامین		صفحہ نمبر

تاثرات

آج انسان اپنی حدوں سے نکل کر اصول اور قدروں کو کھو چکا ہے۔ آزادی کے نام پر اخلاقی ضابطوں اور شرافت کے اصولوں کو تنگئ حیات اور بندش کہتا ہے۔ سماج میں حیا اور غیرت کا فقدان عام ہے، ایک دوسرے کا لحاظ اور احترام مٹتا جا رہا ہے، ایسا لگتا ہے کہ پورا انسانی سماج حیوان بنتا جا رہا ہے۔

مسلمان جو اسلام کی طرف سے سارے انسانوں کے لئے ماڈل اور اسوہ ہیں جنھیں سب کو چاہے جس مذہب و نظریہ کے ماننے والے ہوں، عقیدہ و عمل اور ہر طرح کے عملی بگاڑ سے نکال کر صالح فکر، معیاری اخلاق اور پاکیزہ زندگی پر لانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، آج ان کا حال بھی ابتر ہے۔ غیروں کا رنگ ڈھنگ، چال ڈھال اختیار کر رہے ہیں، مغرب کی آزادی اور خواہشات نفس کے پیچھے تیزی سے بھاگ رہے ہیں، مزید افسوس ہے کہ ملت کی بیٹیاں اپنے اولیاء اور سرپرستوں کی سرپرستی اور ہدایت میں رہنا نہیں چاہتیں۔ نکاح و طلاق میں ازدواجی زندگی میں دیگر حقوق کے ضوابط نظر انداز کر رہی ہیں جن کے نتائج روح فرسا اور ہلا دینے والے ہیں۔ آج ملت اور خاندان کے بڑے باپ، ماں بزرگ نئی نسل کی بے راہ روی پر افسردہ و غم زدہ ہیں، حتیٰ کہ ان پر بددعاؤں کے لئے ہاتھ اٹھا رہے ہیں، ایسے میں نئی نسل اور آزادی پسندوں کو خبردار ہو جانا چاہئے جو اپنے والدین اور بزرگوں کی اطاعت و فرماں برداری کی پروا نہیں کرتے اور بددعائیں لے رہے ہیں۔ یہ بددعائیں اس کی دنیا اور آخرت دونوں کی تباہی کا سبب بن سکتی ہیں، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے، کیونکہ اسلام میں نہ تو دیوثیت کی گنجائش ہے کہ گھر اور اہل و عیال میں ذمے دار برائیوں کو دیکھے پھر نظر

انداز کردے اور آزاد رہے، اور نہ ہی اولاد اور اہل خانہ کو اپنے سرپرستوں اور بزرگوں کے حکم وہدایت سے باہر رہنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ دیوثوں پر جنت حرام ہے، اور ماں باپ کی دعائیں اور بددعائیں قبول کی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے شیخ محترم مقصود الحسن صاحب فیضی حفظہ اللہ وتولاہ کو جوملی اور سماجی تقاضوں کو بخوبی سمجھتے ہیں پھران پر مفید خطبہ اور اصلاحی کتابیں تیار کرتے ہیں۔

یہ کتاب ''لڑکیوں کی بغاوت اسباب وعلاج'' اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو شیخ کا ایک خطاب ہے یہ اپنے اس موضوع پر بہت ہی اہم اور معلوماتی ہے، جسے برادر مکرم مقصود سین شائع کررہے ہیں، پوری ملت وجماعت کی طرف سے سبھی حسب مراتب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ شیخ کے اعمال وجہود میں برکت عطا فرمائے، کام کا فائدہ عام ہو، اور مرکز الدعوۃ اپنی اصلاح وتربیت میں مزید ترقی کرے۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله و صحبه أجمعين۔

آپ کا بھائی

عبدالسلام سلفی

امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

۱۱/ ۱۰/ ۲۰۰۸ء

عرض ناشر

برادران اسلام! کیا آپ نے اپنی اولاد کے سلسلے میں اپنی مسئولیت اور ذمہ داری کے بارے میں کبھی سنجیدگی سے غور کیا ہے؟ اور اپنی ذمہ داری کے بارے میں آخرت میں باز پرسی کے احساس نے کبھی آپ کو مضطرب اور پریشان کیا ہے؟

وہ مسئولیت اور ذمہ داری جس کے بارے میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ''تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور تم میں سے اس کی اپنی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی، امیر (اپنی رعایا) کا ذمہ دار ہے، آدمی اپنے اہل خانہ کا ذمہ دار ہے، عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے اولاد کی ذمہ دار ہے، پس (اس طرح) تم سب ذمہ دار ہو اور تم سب سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا (بخاری ومسلم)۔

یہ حدیث اس لحاظ سے نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں معاشرہ کے ہر فرد کو معاشرہ کے قیام واصلاح کا ذمہ دار اور اس میں کوتاہی کرنے پر باز پرس کا حقدار قرار دیا گیا ہے۔ چاہے وہ حکمراں ہو یا ایک عام آدمی بلکہ گھر کی چہار دیواری کے اندر رہنے والی عورت بھی اپنے دائرۂ کار میں قیام عدل واصلاح کی ذمہ دار ہے اور اس بارے میں اس سے بھی باز پرس ہوگی۔

قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ ذمہ داری تفویض فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد ہے ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر۔ جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنھیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جاتا ہے بجالاتے ہیں۔ (التحریم: ۶)۔

مندرجہ بالا نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ والدین اپنی اولاد کے بارے میں مسئول ہیں۔

ماں باپ کی یہ ذمہ داری ہے وہ بچوں کو حلال کمائی کھلائیں، انہیں زیور تعلیم سے آراستہ کریں، بنیادی اسلامی تعلیمات، حلال وحرام اور جائز وناجائز وغیرہ سے انہیں متعارف کرائیں، ان کی نشوونما اور تربیت میں اسلامی خطوط وآداب کو ملحوظ رکھیں تاکہ وہ دنیا وآخرت میں والدین کے حق میں مفید اور سودمند ثابت ہوں۔

مگر موجودہ صورت حال نہایت افسوس ناک ہے، اگر حقیقت حال کا ایماندارانہ تجزیہ کیا جائے تو بڑی مایوسی ہوتی ہے کہ آج ہم میں کی اکثریت اس عظیم ذمہ داری کی ادائیگی سے غافل ہے، بلکہ بچوں کی اسلامی تعلیم وتربیت کا ایسا فقدان ہے کہ ساری قوم مجرمانہ حد تک لاپرواہی کا شکار ہے۔

اس کے برعکس مغربیت کا سیلاب ہے جس میں مسلمان خس وخاشاک کی طرح بہتا نظر آتا ہے، جدید طرز معاشرت، جدید ثقافت، اور سنہرے مستقبل کی امید پر مخلوط تعلیم کے نام پر ہر قسم کی فحاشی اور عریانیت بڑی تیزی سے مسلم سماج میں سرایت کرتی نظر آرہی ہے، اور اب ہماری نوجوان نسل دین ومذہب کے بارے میں تشکیک وبیزاری کا شکار ہے، جس کا ہم اکثر مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، بے پردگی آزادئ نسواں، اور مخلوط تعلیم کے خطرناک نتائج ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں، اکبر الٰہ آبادی نے بڑے دکھ کے ساتھ کہا تھا:

پردہ اٹھا ہے ترقی کے یہ سامان تو ہیں
حوریں کالج میں پہنچ جائیں گی غلمان تو ہیں
کٹ گئی ناک حرم میں تو نہیں کچھ پروا
''تھینک یو'' دَیر میں سننے کے لئے کان تو ہیں

آج والدین سے لڑکیوں کی بغاوت عام ہے، شاعر نے جس قومی درد کو محسوس کیا تھا آج

وہ خون بن کر آنکھوں سے ٹپک رہا ہے، نہ جانے کتنوں کی ناک روزانہ کٹتی ہے، اسلامی تعلیمات سے انحراف اور بغاوت کا یہ عالم ہے کہ روزانہ اخبارات میں ایسی خبریں پڑھنے کو برابر مل رہی ہیں، لڑکی کالج سے کسی لڑکے کے ساتھ فرار ہوگئی، کوئی پڑوسی یا رشتہ دار کے جھانسے میں آگئی اور کہیں نہ کہیں جا کر پھر وہ کورٹ میرج بھی کر لیتے ہیں، ماں باپ کے سارے خواب بکھر جاتے ہیں، ان کا اعتماد مجروح ہوتا ہے، معاشرہ میں وہ سر جھکا کر چلنے پر مجبور ہوجاتے ہیں، بلکہ بے غیرتی کا یہ عالم ہے کہ کبھی کبھی مسلم لڑکی غیر مسلم لڑکے کے ساتھ فرار ہوجاتی ہے، اور اپنے ماں باپ کو پہچاننے سے بھی انکار کردیتی ہے۔

اس طرح کی خبریں اخبارات میں دیکھ کر ایک احساس اور باغیرت مسلمان تڑپ اٹھتا ہے، کڑھتا ہے، اور اس کے ازالے اور تدارک کے بارے میں سوچتا ہے۔ ایسے ہی ایک حساس غیور مصلح وداعی ہیں فضیلۃ الشیخ مقصود الحسن فیضی صاحب جو اس طرح کے ایک واقعہ سے کافی متاثر ہوئے اور انہوں نے اسے ۲ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ کو اپنے ہفتہ واری پروگرام میں (الغاط، سعودی عرب) موضوع درس بنایا۔ اصلاح معاشرہ کی خاطر اس تقریر کی کیسٹ اور سی ڈی جہاں بھی پہنچی پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی۔

میں نے بھی اسے پسند کیا اور اس کی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے مولانا موصوف سے اسے تحریری شکل دینے کا پرزور مطالبہ کیا تاکہ اسے مزید خوش اسلوبی کے ساتھ عوام وخواص میں پیش کیا جاسکے۔

ہم شکر گزار ہیں مولانا موصوف کے کہ انہوں نے ہماری خواہش کا احترام کرتے ہوئے اپنے درس کو کتابی شکل دیا جسے ہم قارئین کے سامنے پیش کرتے ہوئے خوشی محسوس کررہے ہیں۔

اگر ہر ذمہ دار میں اپنی مسئولیت اور جواب دہی کا احساس پیدا ہوجائے تو ان شاء اللہ

معاشرہ اس قسم کی برائیوں سے بالکل پاک وصاف نظر آئے گا اور اس کتاب کی اشاعت کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہر ذمہ دار اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے اور اس کے سامنے نبی ﷺ کا یہ فرمان ضرور رہے کہ: ''اللہ تعالیٰ ہر ذمہ دار سے اس کی ذمہ داری میں دی گئی چیزوں سے متعلق سوال کرے گا کہ آیا اس نے اس کی حفاظت کی یا اسے ضائع کر دیا، حتیٰ کہ آدمی سے اس کے اہل خانہ کے متعلق بھی سوال کرے گا۔ (صحیح ابن حبان)

اللہ کرے یہ کتاب مسلمانوں کے قلوب واذہان کو جھنجھوڑے، دل وضمیر پر دستک دے، آنکھوں پر پڑے پردے کو چاک کرے اور ہم میں کا ہر ذمہ دار اپنے ماتحتوں کی صحیح تربیت کر سکے تاکہ دنیا اور آخرت کی رسوائی وپشیمانی سے عافیت ملے۔ تقبل یارب العالمین۔

آخر میں ہم شکر گزار ہیں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ کے جنھوں نے مسودے کو پڑھ کر اس کی اشاعت پر ہماری ہمت افزائی فرمائی اور اپنے تاثرات لکھ کر اس کتاب کی افادیت کو مزید بڑھایا۔ نیز دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنف، اراکین مرکز الدعوۃ سونس اور جملہ معاونین کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔

إن أريد إلا الإصلاح مااستطعت وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت وإليه أنيب۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالب دعا

محمد مقصود علاؤالدین سین

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ سونس

۲۲/ اکتوبر ۲۰۰۸ء

عرضِ ناشر

(اشاعت دوم)

اپنی کمیوں کوتاہیوں اور خامیوں پر پردہ ڈالنے یا اسے نظر انداز کرنے کا سب سے آسان طریقہ لوگوں کے یہاں یہ ہے کہ اس کے بھیانک نتائج کے لئے دوسروں کو ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔ اکثر مشاہدہ میں یہ بات آتی ہے کہ کئی مسائل میں اصل اسباب وعوامل پر غور وفکر کر کے صحیح اسلامی سوچ وفکر اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اصل مسئلہ کا جائزہ لے کر اس کا حل تلاش کرنے کی بجائے ہم جلد بازی میں دوسروں کو موردِ الزام ٹھہرانے لگ جاتے ہیں۔

آج مسلم معاشرہ کا بہت ہی اہم اور حساس مسئلہ یہ ہے کہ مسلم لڑکیاں اپنے گھر، خاندان، سماج ومعاشرہ حتی کہ اسلام سے بھی بغاوت کرتی نظر آتی ہیں، کچھ لوگ اس کو اسلام دشمن طاقتوں کی سازش قرار دیتے ہیں، جس پر وہ بطور دلیل کچھ واقعات وحادثات بھی نقل کر کے اسلام دشمن طاقتوں کا طریقہ کار اور ہتھکنڈہ بتا کر عوام میں بیداری لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسے مالی امداد کی اسکیم کے ذریعہ خصوصاً عورتوں اور جوان لڑکیوں کو ان کا ہمدرد بن کر قرض دینا، پھر قرض وصولی کے نام پر تعلقات قائم کرنا، اچھے گھرانے کی لڑکیوں کو ٹارگیٹ کر کے ان کے پیچھے چالاک اور شاطر لڑکوں کو ہر طرح کی مدد کر کے لگانا، پھر اپنے جال میں پھنسانا، کبھی اس کام کے لئے غیر مسلم لڑکیوں کو ان کی سہیلی بنا کر بھیجا جانا، جو مسلم لڑکیوں کا اعتماد حاصل کرنے کے بعد غیر مسلم لڑکوں اور دوستوں کو اپنا فرضی بھائی اور دوست بنا کر ان سے میل ملاقات شروع کراتے ہیں اور پھر دوست بناتے ہیں۔

یہ سب باتیں حقیقت پر مبنی ہوں تب بھی لڑکیوں کو اس طرح بغاوت کرنے کی ہمت کیسے ہوئی؟ کیا اس میں کہیں ہماری غفلت، لاپروائی اور دین سے دوری کا تو دخل نہیں ہے۔ اس صورتحال اور حساس مسئلہ پر بہت سے غیرت مند، سنجیدہ اور دین پسند افراد، اسلامی مراکز، جماعتیں اور تنظیمیں فکر مند ہیں۔ اور ہر کوئی اپنے تئیں اس کی روک تھام کے لئے کوشش کر رہا ہے۔

لوگوں میں بیداری لانے کے لئے اصلاحِ معاشرہ کے پروگرام، خواتین کے خصوصی پروگرام کرکے گاؤں گاؤں لڑکیوں اورعورتوں میں بیداری لانے کی کوشش کررہے ہیں، اسی طرح ہمارے یہاں کوکن کے بعض گاؤں میں بغیرولی کے فرارہوکرشادی کرنے والوں کا سماجی بائیکاٹ کرکے کچھ جرمانہ بھی عائدکیا جاتا ہے، تاکہ اس ڈرسے اس طرح کا اقدام نہ اٹھائیں۔

وہیں کچھ اصحابِ قلم پمفلٹ، اور کتابیں یا اخبارومیگزین میں مضامین لکھ کرعوام کوان فتنوں اور دشمنوں کی سازشوں سے آگاہ کرنے کے ساتھ اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرتے ہیں کہ ان تعلیمات کی روشنی میں ہم کیسے اپنے آپ کواور اپنے گھروسماج کو بچانے کی کوشش کریں۔

''لڑکیوں کی بغاوت؛ اسباب وعلاج'' یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے تقریباً آج سے چودہ سال قبل اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ''مرکز الدعوہ الاسلامیہ والخیریہ'' سے ہم نے شائع کیا تھا۔ پھر یہی کتاب ''توحید پبلیکیشنز، بنگلور'' والوں نے بھی شائع کی تھی۔

حال ہی میں پھراس طرح کے کئی واقعات سننے میں آرہے ہیں، اس لئے ضرورت تھی کہ اس کتاب کودوبارہ شائع کرکے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچایا جائے۔

کورونا کی مہاماری سے اکثر اداروں اور اسلامی مراکز کے مالی بجٹ بہت متاثر ہوئے ہیں، اس لئے چاہتے ہوئے بھی کئی اور کتابیں و پمفلٹ تیار رہنے کے باوجود ہم اس کوزیورِطباعت سے آراستہ نہیں کرسکے۔

اللہ خوش رکھے ہمارے دوست جماعت کے ہمدرد، دینی دعوت کے لئے ہمیشہ فکرمند رہنے والے ہمارے بھائی جناب بشیر دبیر (ساکن روہا، ضلع رائے گڑھ) کوجنہوں نے اپنے بیٹے امان اللہ کی شادی کے موقع پر فضیلۃ الشیخ مقصود الحسن فیضیؔ حفظہ اللہ کو بلاکر اسی موقع پر ان کا پروگرام کرنے اوران کی یہ کتاب چھپواکر تقسیم کرنے کا ارادہ ظاہرکیا۔ ایک طرف ہمارے معاشرے میں لوگ شادی بیاہ کے موقع پر طرح طرح کی فضول خرچی کرتے ہیں بلکہ غیر اسلامی رسومات اور ڈھول تاشے، گانے باجے، لاؤڈ اسپیکر، ڈی جے، بینجو جیسے حرام اور ناجائز کاموں میں کافی پیسہ خرچ

کر کے مرد وزن کے اختلاط کی محفلیں سجاتے ہیں۔

ان حالات میں یقیناً ایسے لوگ قابل مبارکباد اور قابل تعریف ہیں جو اپنے مال کو اللہ کی عطا کردہ امانت سمجھتے ہیں، اسی کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، یقیناً یہ اللہ کی توفیق سے ہی ممکن ہے۔ اللہ جزائے خیر دے ہمارے منور بھائی پٹھان کو جو دعوت واصلاح کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ بشیر بھائی کا ارادہ معلوم ہوتے ہی کتاب پریس میں جانے تک وہ اس کام کی پیروی کرتے اور یاددہانی کراتے رہے۔

اس موقع پر کتاب کی دوبارہ اشاعت سے قبل میں نے شیخ محترم سے اس کتاب پر نظر ثانی کرنے اور سابقہ ایڈیشن میں کچھ خامیاں رہ گئی ہوں تو اس کو درست کرنے، نیز اس کتاب میں موجودہ حالات کے تناظر میں ضمیمہ کے طور پر اضافہ کرنے کی خواہش ظاہر کی، جسے شیخ نے عدیم الفرصتی کے باوجود قبول کیا اور ''مسلم لڑکیاں غیروں کے ساتھ، مجرم کون؟'' اس عنوان سے مضمون لکھ کر کتاب کے اخیر میں ضمیمہ کے طور پر شامل کیا اور کتاب کے سابقہ ایڈیشن میں جو املائی غلطیاں تھیں ان کی اصلاح بھی فرمادی۔

اللہ تعالیٰ شیخ محترم کی کوششوں کو قبول فرمائے، اور اس کتاب کی نشر واشاعت میں جنھوں نے بھی تعاون کیا ہے ان کو بہترین اجر اور بدلہ عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو پہلے میرے لئے میرے گھر والوں اور پوری ملت اسلامیہ کے لئے نفع بخش بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خادم العلم والعلماء

ابو محمد مقصود علاء الدین سین

(مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ)

۱۶/اکتوبر ۲۰۲۲ء

پیش لفظ

لاہور پاکستان سے شائع ہونے والا موقر پرچہ ''الاعتصام'' پڑھنے کو ملا جس کا ایک عنوان اکبر الٰہ آبادی رحمہ اللہ کے ایک شعر سے ماخوذ تھا ''پردہ جو اٹھ گیا تو وہ گھر سے نکل گئی''۔ لکھنے والے محترم عبدالوارث ساجد صاحب ہیں۔ مضمون کی ابتدا کچھ اس طرح سے تھی:

کمرہ عدالت کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور کمرے میں موجود تمام لوگوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، وکیل حیران تھا...... ماں شدت غم سے زمین پر سر پکڑے بیٹھی تھی...... اور باپ بوڑھی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہائے جا رہا تھا۔ مگر بیٹی خوش تھی، اس کے چہرے سے خوشیوں سے شگوفے پھوٹ رہے تھے اور فاتحین کی طرح کٹہرے میں کھڑے مسکراتے ہوئے اپنے محبوب کو دیکھ رہی تھی جس کے حق میں عدالت نے فیصلہ دیا تھا۔ ۳۱ مئی کی دوپہر ایڈیشنل سیشن جج محمود احمد شاکر کی عدالت میں ہونے والے اس فیصلے کا کیس نولکھا لاہور کے چوکیدار شوکت نے درج کروایا تھا۔ شوکت چوکیدار نے بیس سال تک مسلسل راتوں کو جاگ کر چوکیداری کر کے اپنی بیٹی کو پالا پوسا، اسے اچھی غذا، اچھا لباس اور اچھی تعلیم مہیا کی۔ اپنی خواہشوں کا گلا گھونٹ کر وہ رات دن ایک کر کے محنت کی اور بیٹی کی ہر تمنا پوری کی۔ پرائمری، میٹرک کے بعد باوجود وسائل نہ ہونے کے اسے اعلیٰ تعلیم کے لئے کالج داخل کروایا، حسب معمول ایک روز اس کی بیٹی (ع) گھر سے پڑھنے کے لئے نکلی۔ ایک ایک کر کے تیس دن ہو گئے بوڑھے چوکیدار کی بیٹی واپس نہ آئی۔ ماں گھر بیٹھی آنسو بہاتی رہی، گلی محلے کی عورتیں آتیں، کچھ دلاسے دیتیں اور واپس چلی جاتیں۔ ماں شرمساری میں نظریں زمین پر گاڑے حواس باختہ دیوانوں کی طرح بیٹھی رہتی اور آنسوؤں کی زبان بولتی۔ اس ماہ کے دوران اتنا ضرور معلوم ہوا کہ جب وہ کالج گئی تھی کالج آتے جاتے محلے کے ایک آوارہ لڑکے جاوید سے ملتی تھی اور کبھی کبھار شام کو سہیلی کے گھر جانے کا بہانہ بنا کر اسی کے ساتھ کہیں جاتی تھی۔ شوکت چوکیدار نے

بیٹی کے اغوا کا کیس درج کروا دیا۔ پولیس نے جاوید کو برآمد کیا۔ کیس عدالت میں پہنچا تو جج نے والدین اور لڑکی سمیت جاوید کو عدالت میں حاضر ہونے کا نوٹس جاری کر دیا۔ مقررہ تاریخ ۳۱/مئی کی دوپہر عدالت کے احاطہ میں لوگوں کا جم غفیر تھا۔ وکیل حاضر تھے اور جج اپنی کرسی پر براجمان تھا، کمرہ عدالت میں لڑکی داخل ہوئی تو اس نے اپنے باپ کو دیکھتے ہی منہ پھیر لیا۔ بوڑھی والدہ ناتواں جسم لئے کمزور ٹانگوں سے چلتی ہوئی اس کے پاس گئی اور پیار بھرے شیریں لہجے میں بولی:

''بیٹی تم پریشان مت ہونا! ہم آ گئے ہیں......'' رحم دل ماں نے ابھی اپنی بات بھی مکمل نہ کی تھی کہ بدنصیب بیٹی کسی زخمی شیرنی کی طرح دہاڑتی ہوئی بولی، ''یہ سارا ڈرامہ ہے، مجھے کسی نے اغوا نہیں کیا، میں اپنی مرضی سے گئی ہوں اور میں نے اپنی مرضی کے ساتھ شادی کی ہے'' شوکت چوکیدار کے وکیل شیخ شاہد نے لڑکی کو سمجھاتے ہوئے کہا 'بیٹی تمہارے والدین بوڑھے ہیں وہ تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ بیٹی نے جواب دیا'' مجھے والدین کی پروا نہیں میں جاوید کے ساتھ خوش ہوں اور اس کے ساتھ جاؤں گی''۔

ماں نے بیٹی کا جواب سنا تو زمین پر گر گئی، بوڑھا باپ دیوانہ وار آنسو بہانے لگا، اب جرح کے لئے وکیلوں کے پاس کچھ نہ تھا اور نہ ہی سننے کے لئے جج کے پاس۔

فیصلہ ہو گیا عدالت برخواست ہوئی لوگ گھروں کو چلے گئے کچھ رحم دل انسانوں نے بوڑھے والدین کو دلاسہ دیا۔ سہارا دیکر عدالت سے باہر نکالا۔ لڑکی اپنے محبوب کے ساتھ چلی گئی اور بوڑھے والدین نے آنسوؤں کی برسات میں کہا:

''بیٹی! اگر تم خوش ہو تو خوش رہو، ہم تمہارے لئے مر گئے اور تم ہمارے لئے'' اور خالی ہاتھ گھر واپس آ گئے۔

یہ ایک دن یا ایک جگہ کا واقعہ نہیں، ایسے واقعات پاکستان کے ہر شہر اور ہر گاؤں میں بکثرت ہونے لگے ہیں۔ آنے والا ہر دن اور اخبارات میں ایسی خبریں ہر روز شائع ہوتی ہیں۔ یہ کیوں ہوتا

ہے...؟ کیسے اور کس طرح ہو جاتا ہے...؟ یہ سوچنے کے لئے نہ جانے ہم کیوں تیار نہیں ہوتے؟ یہ بات ایک گھر... ایک گاؤں... یا پھر ایک شہر کی ہوتی تو بھی مسئلہ سنگین نہ ہوتا لیکن یہ زہر تو پورے معاشرے کی رگوں میں سرایت کر چکا ہے۔ اس سے بڑی سنگ دلی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک جوان، سمجھ دار اور تعلیم یافتہ لڑکی کے بوڑھے والدین آنکھوں میں اشک لئے بیٹی کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑے ہیں لیکن محبت کی ماری بیٹی اپنے محبوب کے ساتھ جانے پر مصر ہے۔

اس قسم کی بیٹیوں کی مثالیں ہمارے معاشرے اور نئی تہذیب سے آراستہ سوسائٹی میں موجود ہیں۔ یہ واقعات اس دلدل کی عکاسی کر رہے ہیں جس میں ہم بری طرح دھنستے چلے جا رہے ہیں۔ آئے روز رونما ہونے والے یہ واقعات خبر کی صورت میں اخباروں کی زینت بنتے تاریخ کا حصہ بنتے چلے جا رہے ہیں اور ہماری بے حسی پر منہ چڑا رہے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایسے واقعات کیوں رونما ہوتے ہیں...؟ بوڑھے والدین کو اولاد کی جوانی میں یہ رسوائی کیونکر ہوتی ہے...؟ اور رحمت کہلانے والی بیٹی ایک روز زحمت کیوں بن جاتی ہے...؟

اگر ان سب سوالات کو ہم حل طلب نظروں سے دیکھیں تو اس میں سب سے بڑے مجرم خود والدین ہی نظر آتے ہیں۔ ہمارے معاشرے کی سچویشن ...... میڈیا کی بے باکی...... اور تعلیمی اداروں کا مخلوط ماحول...... تو قصوروار ہیں ہی لیکن اولاد کے بگاڑ میں سب سے بڑا کردار والدین کا ہوتا ہے۔

فاضل مضمون نگار نے ان واقعات کو بیان کرنے کے بعد اپنے معاشرے کی زبوں حالی، اس کے اسباب اور علاج پر اپنے قلم کو جاری رکھا ہے، غیر قوم کی مشابہت، قوم کی بے راہ روی اور اپنوں کی بے غیرتی کا رونا رویا ہے اور آخر میں اکبر الٰہ آبادی کے اس شعر پر اپنے مضمون کو ختم کیا ہے کہ

حسرت بہت ترقی دختر کی تھی انہیں
پردہ جو اٹھ گیا تو گھر سے نکل گئی

میں نے یہ مضمون پڑھا اور اس سے قبل بھی اس قسم کے واقعات پڑھنے اور سننے میں آتے رہے ہیں جن میں سے بعض واقعات پر سے انسان سرسری طور پر گزر جاتا ہے البتہ بعض اپنا اثر دیر تک کے لئے چھوڑ جاتے ہیں۔ جیسے ہندوستان کے ایک شریف گھر کا واقعہ ہے کہ لڑکی والدین کا گھر چھوڑ کر اپنے آشنا کے ساتھ نکل جاتی ہے، والدین پر اس کا اثر بہت ہی گہرا پڑتا ہے، لاکھ جائز و ناجائز تدابیر اختیار کرنے کے باوجود بھی اپنے والدین کے گھر واپس نہیں آتی، بلکہ صورت حال یہاں تک جا پہنچتی ہے کہ والدین اس محلے، محلے کی مسجد اور وہاں سے اپنے کاروبار کو چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہونے پر مجبور ہوجاتے ہیں، نتیجۃً صرف اپنے محلے اور شہر ہی میں نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتی ہے اور حضرت والد کو قیامت خیز شرمندگی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ یہ واقعہ حضرت والد کے ذہن پر اتنا گہرا اثر چھوڑتا ہے کہ سالہا سال گزر جانے کے بعد بھی جب لڑکی ان سے اپنی غلطی کی معافی مانگتی ہے پھر بھی اسے معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

معاشرہ کے ایک فرد، ایک داعی اور سب سے پہلے ایک انسان ہونے کے ناطے اس نئے اور پرانے واقعے نے میرے اوپر اپنا گہرا اثر ڈالا اور یہ سوچنے پر مجبور ہوا کہ اس بغاوت و بے راہ روی اور جنسی آوارگی کی اصل وجہ کیا ہے؟ اس کا علاج کس طرح ہوسکتا ہے؟ ہماری پاکیزہ شریعت نے اس کا حل کیا رکھا ہے؟ اور وہ کیا غلطی ہے جس کے سبب والدین کو یہ کالے دن دیکھنے پڑتے ہیں؟۔

چنانچہ ۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ بروز جمعرات سعودی عرب الغاط میں میں نے اپنے ہفتہ واری درس کا عنوان یہ رکھا کہ: لڑکیوں کی بغاوت - اسباب و علاج۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں اصل خرابی اور بنیادی غلطی پر تقریباً ایک گھنٹے کی تقریر کی اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ والدین سے لڑکیوں کی بغاوت کا سب سے اہم سبب یہ ہے کہ ان کے والدین خصوصاً والد محترم نے لڑکیوں کے تئیں اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں کیا، مثلاً وقت پر شادی

نہ کی، پردے کا حکم نہ دیا، اختلاط سے نہ بچایا اور اپنے گھر کو فلموں اور ڈراموں کی نمائش سے دور نہ رکھا وغیرہ وغیرہ۔

اس دن اتفاق سے اس مجلس میں بعض ڈاکٹر حضرات بھی موجود تھے خصوصاً ہمارے ایک بڑے ہی محسن ڈاکٹر خالد بٹ بھی وہاں تشریف فرما تھے، موصوف نے پوری تقریر بغور سنی، پورے ایک گھنٹے ہمہ تن گوش رہے اور مجلس کے اخیر میں جبکہ میں کسی تنقید کے انتظار میں تھا کیونکہ دوران تقریر کچھ باتیں ہمارے اسپتالوں میں بے پردگی اور ان میں اختلاط سے متعلق بھی ہوئی تھیں' گویا ہوئے کہ اس موضوع کو آپ تحریری شکل دے دیں کیونکہ بہت اہم ضرورت اور وقت کی آواز ہے، اسے میں چھاپ کر تقسیم کرنے کی کوشش کروں گا۔

محترم ڈاکٹر صاحب کے بڑے احترام کے باوجود میں ان کی خواہش کو عملی جامہ نہ پہنا سکا تھا، جس کا سبب شاید عدم فرصتی کے ساتھ ساتھ یہ تھا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی جو ہم نے پیش کی۔

اسی درمیان مذکورہ تقریر کی کیسٹ اور سی ڈی سعودیہ عربیہ کے دوسرے شہروں تک پہنچی اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی، بعض جگہ خصوصاً جدہ سے اس موضوع کے اعادہ کا مطالبہ کیا گیا بلکہ بروز جمعہ ۲۳/۶/۱۴۲۶ھ جدہ سمر فیسٹیول کے زیر اہتمام قائم کئے گئے ایک عام جلسے میں ہزاروں لوگوں کے سامنے یہ موضوع معمولی تبدیلی کے ساتھ پیش کیا گیا، یعنی عنوان تھا: ''معاشرے میں فواحش ومنکرات کے غیر معمولی اضافے کے اسباب''۔

اس دوران اس قسم کے متعدد واقعات پڑھنے اور سننے میں آتے رہے اور بعض حادثات تو ہماری رہائش والے شہر ودیہات کے قریب ہی پیش آئے، مثلاً ایک ''ع'' نامی تین بچوں والی عورت اپنے شوہر کے ایک دوست جوان کا کرایہ دار بھی تھا کے ساتھ نکل گئی۔ اسی طرح ایک سولہ سالہ لڑکی اپنے گھر آنے جانے والے ایک نوجوان کے ساتھ والدین کو روتا چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر لی۔ اسی طرح اٹلی کے باشندہ ایک ایشیائی باپ نے اپنی بیس سالہ بیٹی کو اس کی ماں کی عدم موجودگی

میں قتل کر کے اپنے گھر کے باغیچہ میں دفن کر دیا، جس کا جرم یہ تھا کہ وہ ایک اٹالین دوست کے ساتھ شادی کرنا چاہتی تھی جبکہ اہل خانہ کی خواہش تھی کہ اپنے ہی خاندان کے کسی فرد کے ساتھ اس کی شادی کریں۔ [جریدہ الریاض ۲۱ / ۸ / ۱۴۲۷ھ]

اس قسم کے متعدد واقعات نے ذہن کو ابھارا کہ اس موضوع پر کچھ لکھنا چاہئے، دوسری طرف عزیزم محمد مقصود علاء الدین سین سلمہ اللہ تعالیٰ بار بار یہ مطالبہ دہراتے رہے کہ اس تقریر کو تحریری شکل دی جائے، کیونکہ حالات کے لحاظ سے یہ بڑا اہم موضوع ہے، جبکہ اصلاح پسند حضرات نادر ہی اس قسم کے موضوعات کو دلیل ومثال کے ساتھ عوام کے سامنے رکھتے ہیں۔

یہ تھی اصل وجہ اس کتابچے کی تالیف کی جس کے ذریعہ ہر غیور باپ، بھائی اور ذمہ داروں کو یہ دعوت دینا مقصود ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں، شرعی حدود کو تجاوز کرنے کی وجہ سے والدین بلکہ پورے خاندان کو جن شرمندگیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس سے بچنے کی واحد راہ یہی ہے کہ ان حدود کی حفاظت کی جائے اور اس حکم الٰہی کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھا جائے کہ:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَأَهۡلِيكُمۡ نَارٗا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا مَلَٰٓئِكَةٌ غِلَاظٞ شِدَادٞ لَّا يَعۡصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُونَ مَا يُؤۡمَرُونَ﴾ [التحریم:۶]۔

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر، جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنھیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں''۔

نیز اس حدیث نبوی کو ہمیشہ یاد رکھیں:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''مامن عبد یسترعیه الله رعیة یموت یوم یموت وهو غاش لرعیته

إلا حرم الله عليه الجنة "[1]۔

''جس کسی بندے کو اللہ تعالیٰ رعایا کی ذمہ داری دیتا ہے اور اس کی موت اس حالت میں ہوتی ہے کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ دھوکہ کرنے والا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے''۔

چنانچہ ہر باپ اپنے زیر کفالت اہل خانہ کا ذمہ دار ہے، اس پر واجب ہے کہ ان کے ساتھ خیر خواہی کرے، انہیں حرام وحلال کی تعلیم دے، دین و دنیا کے لئے مفید چیزیں بتلائے، نقصان دہ چیزوں سے دور رکھے اور متنبہ کرے ورنہ وہ اپنی رعیت کے ساتھ دھوکہ کرنے والا متصور ہوگا، جس کا انجام حدیث نبوی میں بہت ہی واضح الفاظ میں بتا دیا گیا ہے کہ ''جنت اس کے اوپر حرام ہے''۔

اور ایک اور حدیث میں ارشاد نبی ہے:

"إن الله سائل كل راع عما استرعاه أحفظ ذلك أم ضيع؟ حتى يسأل الرجل عن أهل بيته "[2]۔

''اللہ تعالیٰ ہر ذمہ دار سے اس کی ذمہ داری میں دی گئی چیزوں سے متعلق سوال کرے گا کہ آیا اس نے اس کی حفاظت کی یا اسے ضائع کر دیا، حتی کہ آدمی سے اس کے اہل خانہ سے متعلق بھی سوال کرے گا''۔

مذکورہ آیت کریمہ اور حدیثیں کھلے لفظوں میں ہر باپ، بھائی اور گھر کے ذمہ دار کو یہ دعوت دے رہی ہیں کہ وہ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز داخل نہ کریں جو دین و دنیا میں اہل خانہ کے لئے خسارے کا سبب بن رہی ہیں۔ وہ اپنی بہن، بیٹی اور بیوی کو کسی ایسی جگہ نہ جانے دیں جہاں جانا ان کے لئے جائز نہ ہو۔ اپنی بہن، بیٹی اور بیوی کو ہر ایسے شخص کے سامنے آنے سے روکیں جسے

---

① صحیح البخاری: ۷۱۵۱، الاحکام، صحیح مسلم: ۱۴۲، الایمان بروایت معقل بن یسار۔

② النسائی الکبریٰ: ۵/ ۳۷۷، صحیح ابن حبان: ۴۴۷۶، ۶/ ۴۶۵، بروایت انس رضی اللہ عنہ، دیکھئے: الصحیحۃ ۱۶۲۶۔

شریعت نے محرم نہیں بنایا، اسی طرح اپنی بہن بیٹی کو ہر ایسی جگہ پڑھنے، کام کرنے اور آنے جانے سے روکیں جہاں اختلاط اور غیر شرعی طرز رہائش اپنایا گیا ہو، إلی آخرہ۔ ورنہ بعد میں جہاں اس دنیا میں کف افسوس ملنا پڑے گا وہیں قیامت کے دن اللہ احکم الحاکمین کے سامنے اپنے اس عمل کی جواب دہی کرنی پڑے گی۔

ناظرین کرام! واضح رہے کہ اس موضوع کو اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور تقریر کا جو اصل موضوع تھا اسے قدرے عام شکل دے دی گئی ہے، آیات کریمہ و احادیث مبارکہ کی شرح میں علماء کرام کے اقوال نقل کر کے اسے طول نہیں دیا گیا ہے، کیونکہ میرا مقصد کوئی کتاب اور علمی مقالہ تحریر کرنا نہ تھا بلکہ عام اور سہل انداز میں بڑے ہی اختصار کے ساتھ دل کی بات عام لوگوں خصوصاً خاندان کے ذمہ دار حضرات کے سامنے پیش کرنا تھا۔ اگر میں اپنے مقصد میں کامیاب رہا تو فبہا ورنہ اہل زبان و قلم حضرات سے گزارش ہے کہ اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اسے تفصیل سے امت کے سامنے رکھیں تا کہ جہاں ایک طرف امت کی اصلاح کی کوشش میں حصہ دار بنیں وہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنی ذمہ داری سے بری سمجھے جائیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ہمارے محسن ابو عبد الرحمن شیخ شبیر احمد نورانی کو جنھوں نے ان اوراق کو غور سے پڑھا اور کاٹ چھانٹ اور رد و بدل کا مشورہ دیا۔ کہیں کہیں توضیحی نوٹ لگائے جسے میں نے بعینہ حاشیہ میں رکھ دیا ہے، جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

وما علينا إلا البلاغ، وصلى الله و سلم على نبينا محمد۔

مقصود الحسن فیضی

الغاط، سعودی عرب

۲۰ / ۱۰ / ۱۴۲۷ھ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہر شخص جانتا ہے کہ اس وقت نظام عالم ہر میدان میں سخت انتشار کا شکار ہے، ہر طرف ایک خلفشار بپا ہوا ہے۔ سیاسی طور پر دیکھا جائے تو دنیا کے ہر گوشہ میں عجیب سا اضطراب پایا جاتا ہے، ہر صاحب بصیرت یہ دیکھ رہا ہے کہ دنیا کے نظام سیاست کا مستقبل سخت تاریک ہے۔ نظام اقتصاد نظام سیاست سے کچھ بہتر نہیں، کساد بازاری اور مہنگائی اپنے عروج پر ہے، گھر کا ہر فرد کما رہا ہے پھر بھی گھریلو ضروریات پوری نہیں ہو رہی۔ بڑی بڑی عالمی تجارتی کمپنیاں ٹھپ ہو رہی ہیں، اجتماعی اور معاشرتی نظام بھی نظام سیاست و اقتصاد سے کچھ بہتر نہیں ہے، لوگوں سے اجتماعیت اور اور اخلاص ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔ معاشرہ میں باہمی تعلقات صرف ذاتی مصلحت کی بنیاد پر استوار ہیں، مصلحت بینی لوگوں کا شعار بنتا جا رہا ہے۔ ہمدردی، صلہ رحمی اور للہ فی اللہ دوستی برائے نام رہ گئی ہے۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جو اپنے قریب ترین رشتہ داروں کے نام تک نہیں جانتے، مسلم وغیر مسلم معاشرہ میں جنسی بے راہ روی صرف تشویشناک ہی نہیں بلکہ خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے، بہو بیٹی کے ساتھ زنا اور زنا بالجبر کے واقعات میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، پالنے پوسنے والے والدین سے لڑکوں اور لڑکیوں کی بغاوت عام دستور بن چکا ہے، سعودی عرب جیسے ملک میں ایک اخباری رپورٹ کے مطابق ایسے حادثات خطرناک موڑ اختیار کر چکے ہیں، گھر سے بھاگنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد (۳۲۸۵) تک پہنچ گئی ہے، جن میں سے (۸۵۰) لڑکیاں ہیں [1]۔

آج سے کئی سال قبل امریکہ میں ایک رپورٹ کے مطابق روزآنہ (۱۹۰۰) لڑکیوں کی

---

① الریاض: ۲۶/۴/۷ ۱۴۲ھ۔

عصمت دری ہوتی ہے [1]، یعنی ہر چالیس اور پینتالیس سکنڈ میں ایک زنا بالجبر اور ستم بالائے ستم یہ کہ ان میں (۲۰٪) لڑکیاں خود اپنے والد کی ہوس کا شکار بنتی ہیں اور (۲۶٪) دیگر قریبی رشتہ داروں کی ہوس کا ، اور (۵۱٪) گھر میں آمد و رفت رکھنے والے افراد کا اور باقی صرف (۴٪) رہ جاتا ہے جس کے کرنے والے نامعلوم لوگ ہیں۔

عالمی پیمانے پر جنسی بے راہ روی میں اضافہ، اغوا اور زنا بالجبر کے واقعات اس قدر کثرت سے ہو رہے ہیں کہ حکومتوں کے لئے یہ ایک مسئلہ بنا ہوا ہے، بعض حکومتوں نے اس کے تدارک کے لئے مختلف تدبیریں اختیار کی ہیں۔ ہندوستانی حکومت نے عورتوں کے لئے اپنے دفاع کی خاطر لڑکیوں کو تربیت دینا شروع کیا ہے۔ بمبئی یونیورسٹی نے بعض خاص قسم کے لباس پر پابندی لگادی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

اہل قلم اور دانشوار حضرات اصلاح احوال کی خاطر اپنی اپنی رائے پیش کرر ہے ہیں، کوئی وسائل اعلام کو ذمہ دار ٹھہرا رہا ہے، کوئی والدین کی سختی سبب بتا رہا ہے، کسی نے گندی ذہنیت اور بہیمیت کو مورد الزام ٹھہرایا ہے، یہ سب باتیں اپنی جگہ سچ اور مسلم ہیں لیکن حق یہ ہے کہ یہ ساری چیزیں ایک قانونی حیثیت رکھتی ہیں، ان برائیوں کی اصل وجہ کیا ہے؟ اس کی طرف توجہ نہیں دی جارہی ہے۔

ناظرین! صحیح بات یہ ہے کہ لڑکیوں کی والدین سے بغاوت اور جنسی بے راہ روی کی اصل وجہ دین حق سے دوری، غیر شرعی نظام تعلیم، مختلف میدانوں میں مرد و زن کا اختلاط، عورتوں کی آزادی اور بچوں کی صحیح اسلامی تعلیم سے بیگانگی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ان اسباب کی طرف نہ تو حکومت توجہ

---

[1] یہ اعداد و شمار تو ان زنا بالجبر کے بارے میں ہیں جو رپورٹ ہوتے ہیں، اور جو رپورٹ ہی نہیں ہوتے یا جو زنا بالرضا ہوتے ہیں اس کا اندازہ خود کرلیں کہ یہ ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں ہوں گے۔ (نورانی)

دے رہی ہے اور نہ ہی مقالہ نگار حضرات [1] ان اسباب کو سمجھ کر کوئی حل پیش کر رہے۔

برادران اسلام ! آیئے ذرا یہ دیکھیں کہ اسلام نے اس بے راہ روی اور بغاوت سے معاشرہ کو بچانے کے لئے کیا اقدامات کئے ہیں جنہیں قبول نہ کر کے ہمارا معاشرہ خصوصاً اور عالمی معاشرہ عموماً اس موڑ پر پہنچ چکا ہے کہ اسے بربادی سے بچانے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے۔

ناظرین! جب ہم قرآن مجید اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے اس قسم کی برائی سے بچنے کے لئے کچھ مثبت (تعمیری) اقدام پیش کئے ہیں اور کچھ منفی (حفاظتی) اقدام۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر غیرت مند باپ اور ذمہ دار کو چاہیئے کہ اپنے معاشرہ کو برائیوں سے پاک وصاف رکھنے کے لئے اور اپنے بچوں کو بغاوت سے بچانے کے لئے کچھ بنیادی احکام پر عمل کریں، اس کا اہتمام کریں اور ان شرعی پابندیوں کا لحاظ رکھیں اور کچھ ممنوعہ کاموں سے پرہیز کریں اور ان پابندیوں کو چھوڑ کر شتر بے مہار نہ بن جائیں۔

اگر کسی معاشرہ کے سماجی کارکن اور دانشور حضرات چاہتے ہیں کہ ان کا معاشرہ پر امن اور پاک وصاف رہے۔

اگر غیرت مند ماں باپ چاہتے ہیں کہ ان کی لڑکیاں اور لڑکے ان سے بغاوت نہ کریں اور انہیں وہ دن نہ دیکھنا پڑے کہ معاشرہ پر ان کے لئے سر چھپانے کی جگہ نہ باقی رہے تو انہیں ان تعلیمات الٰہیہ پر لازماً عمل کرنا ہوگا ورنہ جب چڑیاں کھیت چگ جائیں تو پچھتانے سے کچھ نہیں ملتا۔

---

[1] اس سے مراد اخبار و پرچوں میں لکھنے والے قلمکار ہیں، ورنہ اہل علم نے اس موضوع پر وہی کچھ لکھا ہے جسے میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

تعمیری (مثبت) اقدام

۱ - تقویٰ اور خوف الٰہی پیدا کرنا:

اس کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ کوئی بھی کام کرتے وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے سامنے رکھے کہ میرے ہر کام پر وہ میرا محاسبہ کرے گا۔ یہ یقین انسان کو کسی کام کے کرنے یا رکنے کے لئے انتہائی اہم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن تَتَّقُواْ ٱللَّهَ يَجۡعَل لَّكُمۡ فُرۡقَانٗا وَيُكَفِّرۡ عَنكُمۡ سَيِّـَٔاتِكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡۗ وَٱللَّهُ ذُو ٱلۡفَضۡلِ ٱلۡعَظِيمِ﴾

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا افضل والا ہے''۔ [الانفال:۲۹]۔

اس آیت میں تقویٰ کے تین فوائد بیان ہوئے ہیں جن میں سے سب سے پہلا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فرقان عطا فرمائے گا یعنی تمہارے اندر ایسا ملکہ پیدا کر دیگا کہ تم اس کے ذریعہ حق وباطل، نفع ونقصان، ہدایت وضلالت اور طہارت وغلاظت میں فرق کرلو گے نیز شیطان کے راستے اور رحمن کے راستے میں تمیز کرلو گے جس کی وجہ سے تم شیطان کے شر سے محفوظ رہو گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوۡاْ إِذَا مَسَّهُمۡ طَٰٓئِفٞ مِّنَ ٱلشَّيۡطَٰنِ تَذَكَّرُواْ فَإِذَا هُم مُّبۡصِرُونَ﴾ [الاعراف:۲۰۱]۔

''حقیقت میں جو لوگ متقی ہیں ان کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال اگر انہیں چھو بھی جاتا ہے تو وہ فوراً چوکنے ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں صاف نظر آنے لگتا ہے (کہ ان کیلئے صحیح طریق کار کیا ہے)''۔

یعنی جب بھی شیطان انہیں کسی غلط کام پر ابھارتا ہے، کسی اجنبی عورت کی طرف غلط نظر اٹھانے کی دعوت دیتا ہے، زنا اور اس کے اسباب کی طرف رغبت دلاتا ہے تو وہ فوراً اللہ کو یاد کر کے اس کے شر سے محفوظ رہ جاتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ ایک طرف حضرت یوسف علیہ السلام جوان عمر تھے، غیر شادی شدہ تھے اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے (جو اپنے مالک کے ہی تابع فرمان ہوتا ہے) اور دوسری طرف عزیز مصر کی جوان عمر بیوی اپنے آپ کو خود پیش کر رہی ہے، تنہائی ہے اور ان کی طرف جنسی رغبت سے بڑھ رہی ہے، ایسے پرفتن موقع پر آخر وہ کون سی چیز ہے جس نے انہیں زنا سے محفوظ رکھا۔ کیا فضل الٰہی کے ساتھ خوف الٰہی اور تقویٰ کے علاوہ کوئی اور چیز تھی جو حضرت یوسف علیہ السلام اور زنا کے درمیان حائل ہو رہی تھی؟ ہر گز نہیں! بلکہ وہ صرف تقویٰ ہی تھا جس نے انہیں اس عظیم آزمائش میں ثابت قدم رکھا۔

یہی وہ تقویٰ ہے جسے اسلام اپنے ماننے والوں میں جاگزیں کرنا چاہتا ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے قبل ایک عورت زنا کا پیشہ کیا کرتی تھی، اللہ کے رسول ﷺ نے جب مکہ مکرمہ میں اسلام کی دعوت پیش کی تو وہ بھی اسلام میں داخل ہو گئی، زمانۂ جاہلیت میں کسی مرد سے اس کے تعلقات تھے، لیکن بفضل الٰہی وہ بھی مشرف باسلام ہو گیا، دونوں کے اسلام لانے کے بعد ایک بار جب تنہائی میں مرد نے اس عورت کی طرف اپنا ہاتھ بڑھانا چاہا تو اس مبارک بی بی نے یہ کہتے ہوئے اپنے آپ کو بچا لیا کہ "**فإن الله قد أذهب الشرک و جاء بالإسلام**"

ٹھہر جاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اب شرک کا خاتمہ کر دیا اور اسلام کا دور آ گیا (اور اب اس قسم کے گندے کاموں کی گنجائش نہیں رہی)[1]۔

سوال یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اس کا خوف دامن گیر نہ ہوتا تو وہ عورت اور وہ مرد جن کی ماسبق زندگی برائی میں گزر رہی تھی اس طرف دوبارہ کیوں نہ پلٹتے۔

تقویٰ کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ سابقہ گناہوں سے خلاصی مل گئی اور تیسرا فائدہ یہ بیان ہوا ہے کہ جب مغفرت کا پروانہ مل گیا تو گویا یہ کہہ دیا گیا کہ سابقہ غلطیوں سے اب تم پاک صاف ہو، آئندہ احتیاط سے کام لینا، یہی تقویٰ کا خلاصہ ہے۔

۲- فطری غیرت کو بیدار کرنا:

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے لئے خیر و بھلائی کا جذبہ اپنے دل میں رکھے اور ہر قسم کے شر و برائی سے جس طرح خود دور رہنا پسند کرتا ہے اسی طرح دوسروں کو بھی بچائے۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه [من الخير] "[2]۔

''تم میں کا کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے خیر کی وہی چیز پسند نہ کرے جو خود اپنے لئے پسند کر رہا ہے''۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

"وأحب للناس ما تحب لنفسه تكن مؤمناً "(الحدیث)[3]۔

---

① مسند احمد ۴/ ۸۷، صحیح ابن حبان، ۲۴۵۵ الموارد، دیکھئے: صحیح الموارد للالبانی۔

② صحیح البخاری: ۱۳، الایمان، صحیح مسلم: ۴۵، الایمان، سنن النسائی: ۵۰۲۰ الایمان، مسند احمد: ۳/ ۲۰۶/ ۲۰۶۱۳، بروایت انس رضی اللہ عنہ۔ لفظ ''الخیر'' کی زیادتی سنن النسائی اور مسند احمد کی ہے۔

③ مسند احمد: ۲/ ۳۰۱، سنن ترمذی: ۲۳۰۵، الزہد، الادب المفرد: ۲۵۲، بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، دیکھئے: الصحیحہ ۷۲۔

جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی بھلائی لوگوں کے لئے بھی پسند کرو تو سچے مسلمان بن جاؤ گے۔

سچ کہا ہے حالی مرحوم نے

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا		کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالق دوسرا کا		خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں

کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

مقصود یہ ہے کہ جب انسان اپنے بھائی کے نفع ونقصان کو اپنا نفع ونقصان سمجھے گا، اپنے بھائی کی بہن بیٹی کو اپنی بہن بیٹی تصور کرے گا تو جب بھی اس کے دل میں کوئی ناپاک جذبہ اٹھے گا تو فوراً اسے دبا دے گا اور کوئی عملی اقدام کرنے سے قبل بار بار سوچنے پر مجبور ہوگا کہ یہ ایسی نازیبا حرکت ہے کہ جسے کوئی بھی فرد بشر پسند نہیں کرتا۔ درج ذیل حدیث نبوی میں انسان کے اسی جذبہ کو ابھارا گیا ہے اور اس کی فطری غیرت کو جگایا گیا ہے، چنانچہ مشہور صحابی رسول حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض پرداز ہوا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ مجھے زنا کی اجازت دیدیجئے، یہ سنکر لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے جھڑکنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو منع فرمایا اور نوجوان سے فرمایا کہ میرے قریب آجاؤ، چنانچہ وہ آپ کے قریب آکر بیٹھ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا "**أتحبه لأمك**" کیا تم زنا کو اپنی ماں کے لئے پسند کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ پر قربان جاؤں اللہ کی قسم مجھے یہ پسند نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی ماؤں کے لئے پسند نہ کریں گے۔ آپ

ﷺ نے پھر سوال فرمایا: "أفتحبه لابنتك" کیا پھر تم اسے اپنی بیٹی کے لئے پسند کرتے ہو؟ اس نے جھٹ سے جواب دیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ پر قربان جاؤں، اللہ کی قسم مجھے یہ پسند نہیں ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہ ہی لوگ زنا کو اپنی بیٹیوں کے لئے پسند کریں گے، آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا: "أفتحبه لأختك" تو کیا پھر اپنی بہن کے لئے زنا پسند کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں آپ پر قربان جاؤں اللہ کی قسم میں اسے پسند نہیں کرتا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور لوگ بھی اپنی بہنوں کے لئے یہ پسند نہیں کریں گے، آپ ﷺ نے مزید سوال فرمایا: "أفتحبه لعمتك" تو کیا تم اپنی پھوپھی کے لئے زنا کو پسند کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا: مجھے اللہ آپ پر قربان کردے اس کی قسم میں اسے پسند نہیں کرتا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور نہ ہی لوگ زنا کو اپنی پھوپھیوں کے لئے پسند کریں گے، آپ ﷺ نے مزید اس سے سوال کیا: "أفتحبه لخالتك" تو کیا تو اس کام کو اپنی خالہ کے لئے پسند کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کردے اس کی قسم میں اسے اپنی خالہ کے لئے بھی پسند نہیں کرتا، آپ ﷺ نے فرمایا: اور لوگ بھی اس کام کو اپنی خالہ کے لئے پسند نہ کریں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا اور فرمایا: "اللهم اغفر ذنبه وطهر قلبه وحصن فرجه" اے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کردے، اس کے دل کو پاک کردے اور اس کی شرمگاہ کو محفوظ فرما۔ حضرت ابو امامہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے وہ نوجوان کسی گناہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا[1]۔

حدیث کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ جب تم اس غلیظ کام کو اپنی ماں، بہن اور بیٹی وغیرہ کے

---

[1] مسند احمد: ۵/۲۵۶ و ۲۵۷، الطبرانی الکبیر: ۷۶۷۹، ۸/۱۹۰، دیکھئے: الصحیحہ: ۳۷۰۔

لئے پسند نہیں کرتے تو دوسروں کی ماں، بہن، بیٹی کیلئے کیونکر پسند کرتے ہو بلکہ تمہیں چاہئے کہ ہر مسلمان حتیٰ کہ ہر انسان کی بہن بیٹی کی عزت کا پاس ولحاظ رکھو۔ یہ حدیث امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی روایت کی ہے اور اس کے آخر میں اتنا اضافہ ذکر ہے کہ "**فاکره ما کره الله وأحب لأخيک ما تحب لنفسک**"[1]۔

چنانچہ جس چیز کو اللہ ناپسند کرتا ہے اسے تم بھی ناپسند کرو اور اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

ناظرین! یہ بڑا اہم نکتہ ہے اور حکیم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ عمدہ تعلیم ہے جسے تمام لوگوں میں عام کرنے کی ضرورت ہے، کاش کہ ہمارے معاشرہ کے وہ لوگ جن کا کام ہی لوگوں کی عزتوں پر ڈاکہ ڈالنا ہے اس فرمان نبوی پر غور کر لیتے اور لوگوں کی عزت وناموس پر حملہ آور ہونے کے بجائے اس کی حفاظت کرتے، کیونکہ نتیجۃً یہ خود ان کی اپنی عزت وناموس کی حفاظت کا راستہ ہے۔

۳- شادی کا حکم:

شریعت نے اس سلسلہ میں تیسرا تعمیری قدم یہ اٹھایا ہے کہ جب بچے بالغ ہوجائیں تو گویا وہ شادی کے مرحلہ کو پہنچ چکے ہیں، اب ان کی شادی کردینی چاہیے، کیونکہ اولاً تو ایک شادی شدہ شخص خواہ وہ مرد ہو یا عورت جب اپنے شریک حیات کے ساتھ زندگی گزار رہا ہوگا تو اس کی جنسی شہوت قابو میں ہوگی، ثانیاً جب کبھی جنسی شہوت کا ابھار ہوگا تو اسے پورا کرنے کا حلال راستہ موجود ہوگا، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

"**إن المرأة تقبل في صورة شيطان وتدبر في صورة شيطان فإذا رأى**

---

[1] الفتح الربانی: ۱۶/ ۱۷۔

أحدكم امرأة أعجبته فليأت أهله فإن ذلك يرد ما في نفسه "[1]۔

''عورت شیطان کی شکل میں سامنے سے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے اسلئے اگر کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے جو اسے متاثر کردے تو اپنی بیوی کے پاس آکر اپنی ضرورت پوری کرلے کیونکہ اس طرح اسکے نفس میں جو شہوت ابھری ہے ختم ہوجائے گی''۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

"إذا رأى أحدكم امرأة فأعجبته فليأت أهله فإن معها مثل الذي معها "[2]۔

''جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے جس کا منظر اسے متاثر کردے تو اسے چاہئے کہ اپنی بیوی کے پاس جائے کیونکہ اسکے پاس بھی وہی چیز ہے جو اس کے پاس ہے''۔

اس امر کی اہمیت کے پیش نظر شادی کے سلسلہ میں شریعت نے لوگوں کو تین ہدایات دی ہیں، آج انہیں ہدایات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہمارا معاشرہ جنسی بے راہ روی کے دلدل میں پھنستا چلا جارہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ لڑکیوں کی بغاوت کی بھی بہت بڑی وجہ یہی ہے۔

۱۔ شادی کی ترغیب اور بعض حالات میں اسے واجب قرار دیا ہے۔

۲۔ شادی کے معاملات کو آسان سے آسان تر کرنے کی ترغیب دی ہے۔

۳۔ بلوغت کے بعد سے لیکر آخری عمر تک کسی عمر میں شادی پر پابندی نہیں رکھی ہے۔

چنانچہ شادی کے بارے میں ترغیب سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنكِحُواْ ٱلۡأَيَـٰمَىٰ مِنكُمۡ وَٱلصَّـٰلِحِينَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَإِمَآئِكُمۡۚ إِن يَكُونُواْ

---

① صحیح مسلم: ۱۴۰۳، النکاح، سنن ابوداود: ۲۱۵۱، النکاح، مسند احمد: ۳/ ۳۳۰ بروایت ابن مسعود، الفاظ مسند احمد کے ہیں۔

② سنن ترمذی: ۱۱۵۸، الرضاع، سنن الدارمی: ۲/ ۱۴۶، بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، دیکھئے: الصحیحہ ۲۳۵۔

فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴾[النور:٣٢]۔

''تم میں سے جو مرد اور عورت بے نکاح ہیں ان کا نکاح کر دو، اور اپنے نیک بخت غلاموں اور لونڈیوں کا بھی، اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے''۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"يا معشر الشباب من استطاع منكم الباء ة فليتزوج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء "[1]۔

''اے نوجوانوں کی جماعت تم میں جو صاحب استطاعت ہو وہ شادی کر لے، کیونکہ شادی نظریں نیچی رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور جس کے پاس شادی کی استطاعت نہ ہو اسے روزہ رکھنا چاہئے، یہ اس کی شہوت کی تیزی کو کمزور کر دے گا''۔

حدیث کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ شادی انسان کے لئے بدنگاہی (جو شہوت کی ابتدائی منزل ہے) اور زنا (جو شہوت کی آخری منزل ہے) سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑکیوں کے ولی کو بھی یہی حکم دیا ہے کہ:

"إذا أتاكم من ترضون دينه و خلقه فزوجوه ، إلا تفعلوه تكن فتنة في الأرض و فساد عريض "[2]۔

''جب تمہارے پاس (تمہاری لڑکی کا ہاتھ مانگنے کے لئے) کوئی ایسا شخص آجائے جس

---

[1] صحیح البخاری:٥٠٦٦،النکاح،صحیح مسلم:١٤٠٠،النکاح،بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

[2] سنن ترمذی:١٠٨٤،النکاح،سنن ابن ماجہ:١٩٦٧،النکاح،مستدرک الحاکم:٢/١٦٤،بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، دیکھئے:صحیح الجامع:٢٠٧،١/١١٢۔

کے دین واخلاق سے تم راضی ہوتو اس سے اپنی لڑکی کی شادی کردو، اگر تم لوگوں نے ایسا نہیں کیا تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا''۔

یعنی تمہاری نظر دین پر نہ رہی اور تم دنیاوی مفاد اور مادہ پر نظریں جماتے رہے تو بہت سی عورتیں اور مرد بے نکاح رہ جائیں گے جس سے معاشرہ میں بے راہ روی، زنا بالجبر، جنس پرستی اور اغوا کے واقعات کثرت سے پیش آئیں گے اور آہستہ آہستہ معاشرہ قتل و غارت گری کا بازار بن جائے گا۔

آج ہر دیدۂ عبرت نگاہ رکھنے والا شخص مشاہدہ کررہا ہے کہ جب سے مسلمانوں نے اس ارشاد نبوی سے روگردانی کی ہے اس وقت سے معاشرہ مین زنا، گھر سے فرار اور والدین سے بغاوت کے واقعات کثرت سے پیش آرہے ہیں۔

شادی سے متعلق اسلام نے دوسری ہدایت یہ دی ہے کہ فضول خرچی اور غیر ضروری اخراجات سے پرہیز کیا جائے، زوجین، یا ان کے اولیاء کو اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ ایک دوسرے سے ایسا مطالبہ نہ کریں جو اس کے لئے بوجھ ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

''خیر النکاح أیسرہ''[1]۔

سب سے زیادہ خیر و بھلائی کا حامل وہ نکاح ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

''إن من یمن المرأۃ تیسیر خطبتها و تیسیر صداقها وتیسیر رحمها ''[2]۔

---

① سنن ابوداود: ۲۱۱۷، النکاح، صحیح ابن حبان: ۴۰۴۰، ۶/ ۱۹۶، بروایت عقبہ بن عامر، دیکھئے: الصحیحہ: ۱۸۴۲۔

② مسند احمد: ۱/ ۷۷، صحیح ابن حبان: ۴۰۸۲، ۶/ ۲۰۸، الطبرانی الاوسط: ۳۶۳۷، بروایت عائشہ رضی اللہ عنہ، دیکھئے: صحیح الجامع: ۱/ ۴۴۲۔

''کسی عورت کی منگنی کا آسان ہونا، مہر کا ہلکا ہونا اور رحم کا آسان [1] ہونا اس کے بابرکت ہونے کی دلیل ہے''۔

اس کے برعکس جس عورت کی منگنی اور شادی پر جس قدر زیادہ خرچ ہو، حمل اور ولادت کے موقع پر پریشان کن ہو وہ اس کے سیاہ بخت ہونے کی دلیل ہے، جیسا کہ خود راوی حدیث حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی صراحت کی ہے، چنانچہ یہ حدیث بیان کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا: اور میں اپنی طرف سے کہتا ہوں کہ عورت کی منگنی کا مشکل ہونا، مہر کا زیادہ ہونا اور رحم کا مشکل ہونا اس کے سیاہ بخت ہونیکی دلیل ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

"إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة "[2]۔

''سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جو خرچ کے لحاظ سے آسان ہو''۔

آج ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ شادی کے معاملہ کا بطور خرچ کے مشکل ہونے اور خرچ کا بوجھ [3]

---

① اس سے مراد حمل وولادت میں سہولت اور آسانی ہے۔

② مسند احمد: ۶/ ۸۲، شعب الایمان للبیہقی: ۶۱۶۴، ۸/ ۵۰۲، النسائی الکبریٰ: ۵/ ۴۰۲، بروایت عائشہ، یہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہے، لیکن ماسبق دونوں حدیثوں سے اس کی تائید ہوتی ہے اس لئے اس سے استفادہ کیا گیا ہے۔

③ یہ ایسا موضوع ہے جس کے نقصانات کو آج معاشرہ کا ہر فرد محسوس کر رہا ہے اور حکومتی سطح پر بھی اس کے خلاف کوششیں ہو رہی ہیں، جیسے سعودی عرب میں بعض قبائل کے یہاں مہر کی رقم ایک متعینہ مقدار مقرر ہے کہ اس سے آگے نہیں بڑھایا جاسکتا، پاکستانی حکومت نے کھلے عام اور میدان میں دعوت ولیمہ پر پابندی لگادی ہے وغیرہ وغیرہ۔
لیکن فی الواقع مسئلہ کا اصل حل یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ضمیر کو آواز دے اور معاشرے میں ایسی رسومات کی وجہ سے آنے والی خرابیوں کے نتائج پر توجہ دے تو اصلاح بہت آسان ہو سکتی ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے لیکن پھر بھی کسی کو تو پہل کرنی ہوگی اگر اہل علم حضرات اور معاشرہ کے سرکردہ لوگ آگے بڑھیں تو کام آسان ہو جائے، کیونکہ عام لوگ تو چاہے نہ چاہے تقلید ہی کیا کرتے ہیں، مثال نہیں بن سکتے۔

بڑھ جانے کی وجہ سے کتنے ہی نوجوان ہیں جو غلط راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں اور کتنی ہی جوان لڑکیاں ہیں جنھوں نے اپنے والدین اور خاندان سے سے بغاوت کر کے فرار اختیار کرلیا ہے یا پھر ''کال گرل'' کا رول ادا کر رہی ہیں۔ علاوہ ازیں خفیہ خفیہ عشق ومعاشقہ، زنا، لواطت، سحاق (چپٹی لڑانا) اور دیگر غیر اخلاقی امور ہمارے معاشرہ کا حصہ بن چکے ہیں، اس میں بہت بڑا دخل شادی کے معاملہ کا مشکل اور مہنگا ہونا ہے۔

شادی کے سلسلہ میں شریعت نے تیسری ہدایت یہ دی ہے کہ اسلام میں بلوغت کے بعد شادی کے لئے کسی وقت اور عمر کی قید نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی شرط ہے کہ ایک بار تو شادی کر لی جائے لیکن جب چند سالوں کے بعد دو ایک بچے ہو جائیں اور بیوی کا انتقال ہو جائے یا کسی وجہ سے بیوی جنسی خدمت کے قابل نہ رہے تو دوبارہ شادی نہ کی جائے، نہیں! ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ اسلام نے شادی کے بارے میں کھلی آزادی دی ہے کہ حسب ضرورت وحاجت ہر شخص خواہ وہ اپنی عمر کے کسی بھی حصہ میں ہو شادی کرسکتا ہے بلکہ اسے شادی کر لینی چاہئے کیونکہ اس میں طرفین کی عفت و پاکدامنی ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ شادی کے آداب و واجبات کو ملحوظ رکھا جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنكِحُوا۟ ٱلْأَيَـٰمَىٰ مِنكُمْ وَٱلصَّـٰلِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَآئِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا۟ فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ﴾ [النور: ۳۲]۔

''تم میں سے جو مرد اور عورت بے نکاح ہیں ان کا نکاح کردو، اور اپنے نیک بخت غلاموں اور لونڈیوں کا بھی، اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا، اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے''۔

اس آیت میں ہر ایسے شخص کی شادی کر دینے کا حکم ہے جس کے ساتھ اس کا رفیق حیات نہیں ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، خواہ وہ پہلے سے شادی شدہ ہو یا کنوارا، یہاں نہ تو کسی عمر کی قید ہے نہ ہی وقت کی بلکہ ہر اس شخص کے لئے شادی کا حکم ہے جو اس کا ضرورت مند ہو اور اس کے ساتھ اس کا رفیق حیات نہ ہو۔ مزید اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ فقر و غربت کو اس بارے میں حائل نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے ہر صاحب حاجت کو یہ قدم اٹھا لینا چاہئے۔ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ شادی کی برکت سے اس کے فقر و فاقہ کو مالداری اور کشادگی میں تبدیل کر دے، اس کی تائید اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ:

"ثلاث كلهم حق على الله عونه: المجاهد في سبيل الله، والناكح المستعفف، والمكاتب الذي يريد الأداء "[1]۔

"تین قسم کے لوگ وہ ہیں جن کی مدد اللہ تعالیٰ پر واجب ہے: ۱۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا، ۲۔ شادی کرنے والا جو عفت و پاکبازی کا خواہاں ہو، ۳۔ وہ غلام جو اپنا بدل مکاتبت ادا کرنا چاہتا ہو"۔

ہم اپنے اسلاف کی زندگی دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بارے میں بالکل ہی سادہ وارد ہوئے تھے، خصوصاً اس امت کا سب سے افضل طبقہ صحابۂ کرام کے یہاں نہ کوئی تکلف تھا اور نہ ہی شادی کے بارے میں کوئی حیاء مانع تھی اور نہ ہی کسی عمر و وقت کا لحاظ رکھتے تھے بلکہ حسب حاجت و ضرورت شادی کے لئے قدم بڑھا دیتے تھے، کیونکہ ان کے نزدیک اہم چیز اپنی عزت و عصمت اور دین کی حفاظت تھی، اس لئے ان کے یہاں بغیر کسی خاص

---

① مسند احمد: ۳/ ۲۵۱، سنن الترمذی: ۱۶۵۵، الجہاد، مستدرک الحاکم: ۲/ ۶۰، دیکھئے: صحیح الجامع ۳۰۵۲، ۱/ ۵۸۵۔

مجبوری کے کسی شخص کا بغیر شادی کے زندگی گزارنا بڑے عیب کی بات سمجھی جاتی تھی، بلکہ ہر ایسا شخص خواہ وہ مرد ہو یا عورت جو قدرت کے باوجود شادی نہ کرتا تھا وہ مشکوک نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا، چند نمونے ملاحظہ ہوں:

۱۔ مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے شادی کر لی؟ میں نے جواب دیا: نہیں، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہیں چاہیے کہ تم شادی کرلو کیونکہ اس امت کا سب سے افضل شخص (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سب سے زیادہ بیویوں والے تھے [1]۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اگر میری عمر کا ایک دن بھی باقی ہو تو میں چاہوں گا کہ اس رات بھی میری کوئی بیوی ہو [2]۔

۳۔ ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں کہ مجھ سے طاؤس نے کہا: تم شادی کرلو ورنہ میں تمہارے بارے میں وہی کہوں گا جو ابو الزوائد سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ تم نے شادی نہیں تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ یا تو مردانہ طاقت نہیں رکھتے یا پھر گناہ کرتے ہو [3]۔

کتب حدیث اور سلف کی سیرت وتراجم میں اس قسم کے اقوال کثرت سے پائے جاتے ہیں جن کے تفصیلی ذکر کی یہاں ضرورت نہیں ہے، یہاں صرف یہ واضح کرنا ہے کہ اسلام میں بلوغت کے بعد شادی کے لئے کسی عمر و وقت کی قید نہیں، بلکہ سارا معاملہ حاجت وضرورت اور

---

① صحیح البخاری: ۵۰۶۹، النکاح، سنن سعید بن منصور: ۲/ ۱۳۹۔

② مصنف ابن ابی شیبہ: ۴/ ۱۲۹، مصنف عبد الرزاق: ۶/ ۱۷۰۔

③ سنن سعید بن منصور: ۱/ ۴۹۱،۲۹، مصنف عبد الرزاق: ۶/ ۱۷۰۔

استطاعت پر منحصر ہے۔

بدقسمتی سے ان واضح تعلیمات کے باوجود ہمارے یہاں لوگ دو اہم غلطیاں کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں معاشرہ بری طرح فحاشی و برائی کے دلدل میں پھنستا جارہا ہے۔

ا۔ مرد وعورت کی شادی میں غیر معمولی تاخیر سے کام لیا جاتا ہے، چنانچہ اگر کوئی لڑکی بیس سال کی عمر میں اور لڑکا تیئیس و چوبیس سال کی عمر میں شادی کر لیتا ہے تو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس نے شادی کرنے میں جلدی سے کام لیا ہے، بلکہ والدین عمومی طور پر اس عمر میں اپنے بچوں کی شادی کے بارے میں سوچتے ہی نہیں۔ مجھے ایک انیس سالہ لڑکی کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اس نے کسی لڑکے سے محبت کا اظہار کیا اور گھر والوں سے شادی کی خواہش ظاہر کی تو اس کے گھر والوں پر تو گویا قیامت ٹوٹ پڑی، سبھوں نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا، اس سے بات کرنا ترک کر دیا اور ایک بھائی نے تو اسے مارنا چاہا اور کہنے لگا کہ تیس تیس سال کی لڑکیاں پڑی ہیں اور وہ شادی نہیں کر رہی ہیں اور تو کل کی بچی شادی کرنا چاہتی ہے!

سبحان اللہ! دیکھیں کہ معاشرہ کس اعتبار سے سوچ رہا ہے؟

ناظرین! اس تاخیر کا ایک منطقی، فطری اور واضح نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان خواہ مرد ہو یا عورت اگر وہ شادی میں تاخیر کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی فطری ضرورت پوری کرنے کے لئے کوئی غلط راستہ اختیار کر رہا ہے، خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو یا اپنی فطری ضرورت کو دبا کر صحت کا کباڑا کر رہا ہے اور دونوں ہی خطرناک ہیں۔

ناظرین! یہ میرا ذاتی خیال نہیں بلکہ غیر مسلم دانشور اور نوجوانوں کے معاملات سے دلچسپی رکھنے والے حضرات بھی اس کا اقرار کرتے ہیں، چنانچہ مشہور ہندی اخبار ''دینک جاگرڑ'' جو ہندوستان کے متعدد شہروں سے شائع ہوتا ہے، اس کے ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۶ء کے شمارہ میں

ایک مضمون شائع ہوا تھا جس کا عنوان تھا ''دیر سے شادی'' اس مضمون کی لکھنے والی ایک محترمہ ہیں جن کا نام ''بملا پاٹل'' مذکور تھا۔ اس مضمون میں دیر سے شادی اور اس کے اسباب سے متعلق محترمہ نے بڑی قیمتی گفتگو کی ہے، دیر سے شادی کے متعدد اسباب کا ذکر ہے جن میں سب سے پہلا سبب یہ مذکور ہے کہ زیادہ نوجوان لڑکے لڑکیاں کم عمری میں جنسی تعلقات قائم کر چکے ہوتے ہیں اور جب آزادی سے انہیں اپنی شہوت رانی کی جگہ مل جاتی ہے تو وہ شادی کے بندھن میں بندھنا کیوں گوارا کریں گے [1]۔

۲۔ شادی کے بارے میں دوسری غلطی یہ ہوتی ہے کہ اگر کوئی مرد یا عورت چالیس سال کے قریب ہو اور اس کا شریک حیات وفات پا جائے تو اس کے لئے شادی کرنا بہت بڑا عیب سمجھا جاتا ہے، حتیٰ کہ خود اس کے ماں، باپ اور بھائی بند وغیرہ اسے پسند نہیں کرتے جبکہ شادی سے بچنے کی وجہ سے بہت برے نتائج سامنے آتے ہیں جن میں سے دو نتیجے بہت عام ہیں:

ا۔ اخلاقی برائیوں کی کثرت خاصکر مردوں کی طرف سے، چنانچہ بہو، بیٹی، اور دیگر محارم کے ساتھ زنا کے گھناؤنے جو واقعات پیش آ رہے ہیں اگر آپ ان واقعات پر غور کریں تو عمومی طور پر آپ کو ایسے لوگ ملیں گے کہ زانی کی حالت بالعموم دو صورتوں سے باہر نہ ہوگی۔

اول: اس کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور اس نے دوسری شادی نہیں کی۔

دوم: بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بیوی قربت نہیں چاہتی جبکہ خاوند کے اندر قوت اور تقاضا موجود ہوتا ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ ہمارے معاشرہ میں تعدد زوجات ایک ناقابل معافی جرم سمجھا جاتا ہے۔

---

① دیکھئے: ''دینک جاگرڑ'' بروز سنیچر ۲۸/ اکتوبر ۲۰۰۶ء ضمیمہ بنام سنگینی ص ۱ و ۳۔

۲۔ ذہنی الجھن اور نفسیاتی امراض:

سچ فرمایا خالق کائنات نے:

﴿وَمِنْ ءَايَـٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَـٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [الروم:۲۱]۔

’’اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون پاؤ، اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی، یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں‘‘۔

سعودی عرب کے مشہور اخبار ’’الریاض‘‘ میں جرمنی اور مصر کی تحقیقاتی شعبوں کے حوالے سے ایک رپورٹ چھپی ہے جس سے میرے ماسبق دعوے کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ اس تحقیق میں مذکور ہے کہ جو لوگ اپنی شریک حیات کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں خواہ مرد ہوں یا عورت ان کی نفسیاتی صحت ان لوگوں کے مقابلہ میں کہیں اچھی ہوتی ہے جو اکیلے زندگی گزارتے ہیں، اس تحقیق میں مزید یہ بھی مذکور تھا کہ شادی جسقدر جلد کی جائے بلڈ پریشر، ہارٹ پرابلم اور دماغی بیماریوں کا احتمال اسی قدر کم ہوتا ہے [1]۔

---

① جریدۃ الریاض بتاریخ ۱۹ رشعبان ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۲ رستمبر ۲۰۰۶ء کا آخری صفحہ۔

حفاظتی اقدامات

۱ - فواحش ومنکرات کی اشاعت پر پابندی:

کسی بھی معاشرہ میں اخلاقی برائیوں کے عام ہونے کا ایک بہت بڑا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس معاشرہ میں زنا اور اس کے متعلقہ مواد اور خبروں کو عام کیا جاتا ہے، شہر کے کسی گوشہ میں اگر کوئی برا کام ہو رہا ہو تو معاشرے میں اس خبر کو عام کیا جائے اور بیمار دل لوگوں کو اس کی اطلاع دی جائے۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں اس چیز کو اشاعت فاحشہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

انسان کی فطرت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ جب بھی وہ کوئی ایسی خبر سنتا ہے جو اس کے خواہش کے موافق ہوتی ہے تو جائے خبر تک پہنچنے اور اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اسی وجہ سے دیکھا جاتا ہے کہ اگر کوئی عورت ارتکاب فاحشہ سے مشہور ہوتی ہے تو ہر بیمار دل انسان ان کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کی گلی تک پہنچنا چاہتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے اشاعت فاحشہ پر سخت نکیر کی ہے اور اس کے مرتکب کو دردناک عذاب سے ڈرایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلْفَٰحِشَةُ فِى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ ۚ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النور:۱۹]۔

''جو لوگ مسلمانوں میں برائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے''۔

صرف اسی ایک آیت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایسی خبریں یا مواد جن میں فحاشی وبے حیائی کی عام دعوت ہو اسے لوگوں میں عام کرنا شریعت کی نظر میں کتنا بڑا جرم ہے کہ

انہیں دنیا وآخرت دونوں جگہ دردناک عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔

اس امر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یا معشر من آمن بلسانه ولم یدخل الإیمان في قلبه لا تغتابو المسلمین ولا تتبعوا عوراتهم فإنه من یتبع عوراتهم یتبع الله عورته ومن یتبع الله عورته یفضحه في بیته "[1]۔

"اے وہ لوگو! جنھوں نے زبان سے ایمان لانے کا اقرار تو کیا ہے لیکن ابھی ایمان دل میں داخل نہیں ہوا ہے، سنو! مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور نہ ہی ان کے عیوب کو تلاش کرو، کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب کو تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے عیب تلاش کرنے لگے گا، اور جس کے عیب اللہ تعالیٰ نے تلاش کئے اسے اس کے گھر میں رسوا کر کے رکھ دیا"۔

مقصد یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کا عیب حق ہو یا ناحق لوگوں کے سامنے بیان ہوگا تو اولاً ایک مسلمان کی عزت پامال ہوگی، ثانیاً مریض دل اور کمزور ایمان لوگ ان برائیوں کی طرف مائل ہوں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فحش گفتگو کرنے والا اور اسے لوگوں میں پھیلانے والا دونوں گناہ میں برابر کے شریک ہیں[2]۔

حضرت عطاء کا قول ہے: کہ جو شخص زنا سے متعلقہ باتیں لوگوں میں عام کرے اسے سزا دینی چاہئے[3]۔

---

① مسند احمد: ۴/۴۲۱، سنن ابوداود: ۴۸۸۰، الادب، بروایت ابوبرزہ اسلمی، دیکھئے: صحیح سنن ابوداود ۳/۱۹۷۔

② الادب المفرد: ۳۴۲۔

③ الادب المفرد: ۳۲۵۔

حضرت شبیل بن عوف کہتے ہیں کہ جو شخص فحش باتوں کو عام کرے وہ اسی طرح گنہ گار ہے جس طرح کہ اس کا علی الاعلان ارتکاب کرنے والا گناہ گار ہے [1]۔

ان نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ زنا اور اس سے متعلقہ باتوں کی اشاعت کے متعلق اسلام کی تعلیمات کیا ہیں، اور اسلام نے اس پر کس سختی کے ساتھ نکیر کی ہے، کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ جب زنا یا اس سے متعلقہ گفتگو سنتا ہے تو جنسی شہوت جوش میں آتی ہے اور جب کسی فاحشہ عورت کے بارے میں یا کسی برائی کے اڈے کے بارے میں خبر پاتا ہے تو فطری طور پر بتقاضائے شہوت اس کی طرف مائل بھی ہوجاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ہر اس عمل کو ناجائز وحرام قرار دیا ہے جو برائی پھیلنے کا سبب بنتا ہے جیسے شراب، موسیقی، اور بے پردگی وغیرہ، اور یہی وجہ ہے کہ قرآن نے مسلمان عورتوں کو غیر مسلم اور جن عورتوں کے کردار کا علم نہ ہو ایسی عورتوں سے بھی اپنی زینت چھپانے کا حکم دیا ہے [2] اور اسی وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجڑوں کو گھروں سے نکال دینے کا حکم دیا ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر موجود تھے کہ آپ نے ایک ہجڑے کو کہتے ہوئے سنا جو حضرت ام سلمہ کے بھائی

---

[1] الادب المفرد: ۳۲۶۔ ان آثار کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الادب المفرد میں صحیح قرار دیا ہے۔

[2] بہت سے لوگوں کو یہ بات بڑی عجیب محسوس ہوگی کہ ایک عورت کا کسی عورت سے پردہ کرنے کا کیا معنیٰ ہے؟ لیکن حق یہ ہے کہ قرآن مجید کا یہ حکم بڑی حکمت پر مبنی ہے۔ مجھے ایک ایسی عورت کے بارے میں معلوم ہوا جو زچگی کے بعد عورتوں کے جسم کی مالش کیا کرتی تھی اور ہر عورت کے جسم کی کوئی ایسی علامت ضرور یاد رکھتی تھی جو کسی ایسی جگہ ہو جہاں عام عورتوں کی نظر نہ پہنچ سکے، جیسے ران وغیرہ، پھر اس بات کو جا کر بعض مردوں سے بتلا دیتی جن سے اس کے غلط تعلقات ہوتے، اس طرح وہ بات لوگوں میں عام ہوجاتی اور نتیجہ یہاں تک پہنچتا کہ ان پاکیزہ اور عفیفہ عورتوں کے شوہر انہیں طلاق دیدیتے۔

سے کہہ رہا تھا کہ اگر طائف فتح ہوا تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی دکھلاؤں گا جسے آتے دیکھو تو اس میں چار بل پڑتے ہیں اور پیچھے سے دیکھو تو آٹھ بل پڑتے ہیں۔ جب آپ ﷺ نے اس کی یہ گفتگو سنی تو آپ نے فرمایا: "**لا یدخل هذا علیکم**"① آج کے بعد سے یہ تمہارے پاس نہ آنے پائے۔

یعنی چونکہ یہ شخص نامرد ہونے کے باوجود عورتوں کے معاملے میں دلچسپی رکھتا ہے اور عورتوں کے پردے کی بات مردوں سے بتلاتا ہے۔ جو اشاعت فتنہ کا سبب بن سکتا ہے اس لئے اس سے پردہ کرواور اپنے پاس آنے سے روکو۔

اس اسلامی تعلیم کے باوجود آج ہمارے معاشرہ میں بے حیائی و بدکاری کو رواج دینے کا کام بالکل عروج پر ہے، متعدد ادارے اس میدان میں منظم طور پر کام کر رہے ہیں اور گورنمنٹ کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں۔

ہمارے ماحول میں جو ادارے اشاعت فاحشہ کا کردار ادا کر رہے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ ریڈیو اور ٹی وی کا ادارہ، بدقسمتی سے یہ دونوں ادارے صرف فحش خبریں ہی نہیں بلکہ فحاشی کے عملی مظاہر بھی پیش کر رہے ہیں۔

۲۔ کلب، تھیٹر، سینما ہال اور اس طرح کے دیگر جائے رقص و سرود۔

۳۔ روزنامہ اخبارات، ہفتہ واری اور ماہانہ میگزین (بالخصوص فلمی رسالے اور فنی دنیا سے متعلقہ رسالے)۔

اب تو صورت حال یہ ہے کہ ایک غیرت مند باپ کوئی اخبار یا ہفتہ واری و ماہواری پرچہ

---

① صحیح البخاری: ۵۲۳۵، النکاح، صحیح مسلم: ۲۱۸۰، الاستئذان، بروایت ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔

خریدتے ہوئے اس بارے میں بار بار سوچتا ہے کہ اسے اپنے گھر میں کس طرح داخل کرے۔

۴۔ تجارتی اعلانات خاصکر عورتوں کے خصوصی استعمال کی چیزوں کے اعلانات۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ بسا اوقات کسی فلم میں وہ عریانیت اور رومانسی منظر نہیں ہوتا جیسا منظر تجارتی اعلانات میں پیش کیا جاتا ہے۔(حیرت کی بات ہے کہ بلیڈ کا اشتہار بھی عورت پیش کرتی ہے)۔

۵۔ فلمیں ڈرامے اور سیریل جو آج گھر گھر تک پہنچ چکی ہیں۔

ذرا سوچیں کہ جب فلموں میں ایسے گانے پیش کئے جائیں گے کہ ''جب پیار کیا تو ڈرنا کیا'' تو لڑکیاں اور لڑکے اپنے والدین سے بغاوت نہیں کریں گے تو پھر ان سے اور کس چیز کی امید کی جاسکتی ہے؟

۶۔ مخلوط تعلیم غیر شرعی نصاب تعلیم وغیرہ بھی ہمارے معاشرہ میں اشاعت فاحشہ کا کردار ادا کررہے ہیں۔

ناظرین! ضرورت اس بات کی ہے کہ معاشرہ کے دانشور، غیور حضرات اس نقطے پر غور کریں اور ایک پرامن اور پاک معاشرہ کی خاطر فواحش ومنکرات کے رواج دینے والے اداروں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں، ورنہ بقول ایک غیر مسلم دانشور کے کہ کچھ بعید نہیں کہ ہمارا ملک مکمل طور پر جنسی بے راہ روی اور زنا بالجبر کے لئے ایک تجربہ گاہ بن جائے گا۔

۲۔مردوزن کے اختلاط پر پابندی:

خود مردوزن کا اختلاط ہی فواحش ورذائل کے انتشار اور لڑکیوں کی بغاوت کا ایک بڑا اور اہم سبب ہے، اس لئے شریعت نے عورت ومرد کے اختلاط کو حرام اور ناجائز قرار دیا ہے۔

اختلاط کا معنیٰ یہ ہے کہ غیر محرم مرد وعورت کا باہم کسی ایسی جگہ جمع ہونا جہاں سے ایک

دوسرے کو دیکھنا، آپس میں گفتگو کرنا اور چھونا ممکن ہو۔

سنن ابوداؤد وغیرہ میں حضرت ابواسید انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر نکلے تو دیکھا کہ راستے میں مردوزن اکٹھے چل رہے ہیں، یہ دیکھ کر آپ نے عورتوں سے مخاطب ہوکر فرمایا:

"استأخرن فإنه ليس لكن أن تحققن الطريق، عليكن بحافات الطريق"[1]۔

''کنارے ہوجاؤ کیونکہ تمہارے لئے بیچ راستے میں چلنا نہیں ہے، تمہارے لئے راستے کے کنارے کنارے چلنا ہے''۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ سن لینے کے بعد عورتیں بالکل کنارے ہوکر دیوار سے چمٹ کر اس طرح چلتی تھیں کہ بسا اوقات ان کا کپڑا دیوار سے اٹک جاتا تھا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ليس للنساء وسط الطريق "[2]۔

''عورتوں کے لئے مناسب نہیں کہ وہ راستے کے بالکل درمیان میں چلیں''۔

اس فوری حکم کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد سے نکلتے وقت عورت و مرد کو اختلاط سے بچانے کے لئے دو مزید قدم اٹھائے۔

اول: مسجد کے ایک دروازہ کو عورتوں کی آمدورفت کے لئے خاص کردیا۔

---

① سنن ابو داود: ۵۲۷۲ الادب، شعب الایمان بیہقی: ۷۸۲۳، بروایت ابو اسید انصاری، دیکھئے: صحیح سنن ابوداود، ۲۹۵/۳۔

② صحیح ابن حبان: ۵۵۷۲، شعب الایمان: ۷۸۲۳، ۲۴۱/۱۰، بروایت ابوہریرہ، دیکھئے: الصحیحہ ۸۵۶۔

چنانچہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ اپنی کتاب السنن میں باب باندھتے ہیں: باب اعتزال النساء فی المساجد عن الرجال۔ ''یعنی مسجد میں عورتوں کا مردوں سے الگ تھلگ رہنے کا بیان''۔

پھر اس کے تحت ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لو ترکنا هذا الباب للنساء ''[1]۔

''اگر اس دروازے کو ہم عورتوں کے لئے خاص کردیں (تو بہتر ہوتا)''۔

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ یہ فرمان نبی ﷺ سن لینے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی وفات تک اس دروازے سے داخل نہیں ہوئے۔

دوم: مردوزن کو اختلاط سے بچانے کے لئے آپ ﷺ نے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ آپ خود نماز سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دیر کے لئے اپنی جگہ بیٹھے رہتے اور مردوں کو بھی ہدایت دیتے کہ وہ بھی کچھ دیر بیٹھ کر اٹھیں تاکہ عورتیں اپنے گھروں کو واپس جاسکیں اور راستے میں دونوں جنسوں کی گڈ مڈ نہ ہونے پائے، چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عہد نبوی میں جب عورتیں نماز سے فارغ ہوتیں تو فوراً اٹھ کھڑی ہوتیں، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والے مرد کچھ دیر اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہتے، جب رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے اٹھ جاتے تو مردوں کی جماعت بھی اٹھ کھڑی ہوتی[2]۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب نماز سے سلام پھیرتے تو عورتیں اپنے گھروں کے لئے واپس ہوجاتیں اور آپ ﷺ کے اپنی جگہ سے

---

① سنن ابوداود مع عون المعبود، ۲/ ۱۳۰۔

② صحیح البخاری: ۸۶۶، الصلاۃ، سنن النسائی: ۱۳۳۴، الافتتاح، سنن ابوداود: ۱۰۴۰، الصلاۃ۔

اٹھنے سے پہلے پہلے وہ اپنے گھروں کو پہنچ چکی ہوتیں [1]۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: اس حدیث میں ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ گھروں کی بات دور کی ہے راستوں میں بھی مردوزن کا اختلاط ناپسندیدہ چیز ہے [2]۔

ناظرین! قابل غور مقام ہے کہ جب مساجد اوران کی طرف آنے جانے والے راستوں کے بارے میں یہ حکم ہے جہاں ہر شخص خالص عبادت کے جذبہ سے آتا ہے تو دوسری عام جگہیں جہاں شرم وحیاء کی کوئی قید نہیں ہوتی اختلاط مردوزن کسطرح جائز ہوسکتا ہے؟ آج ہمارے ماحول میں زنا کے عام ہونے کا ایک بہت بڑا سبب اسکولوں، کالجوں، دفتروں، اور بازاروں وغیرہ میں مردوزن کا اختلاط ہے بلکہ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو عشق ومعاشقہ، زنا بالجبر اور زنا کے واقعات کا بہت بڑا سبب مردوزن کا اختلاط ہے خاص کر اسکولوں، کالجوں، کام کی جگہوں اور وسائل نقل وحرکت میں اختلاط تو اخلاقی برائیوں کے علاوہ اور بھی بہت سی خرابیوں کا سبب بنتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اب غیر مسلم دانشور خصوصا یورپ کے لوگ اس کے خلاف آواز اٹھانا شروع کر چکے ہیں اور اپنی حکومتوں سے مطالبہ کررہے ہیں کہ خصوصی طور پر تعلیم گاہوں اور جائے عمل میں مردوزن کے اختلاط پر پابندی لگائی جائے [3]۔

ایک ہندی میگزین میں ایک اصلاحی مضمون چھپا ہے جس میں مضمون نگار K.K.Gupta

---

① صحیح البخاری: ۸۵۰، الصلاۃ۔

② فتح الباری: ۲/۳۳۶۔

③ مجلۃ المسلمون، عدد: ۱۱۸، رمضان ۱۴۰۷ھ مطابق ۹ مئی ۱۹۸۷ء۔ نیز دیکھئے: انگریزی ماہر تعلیم وتربیت بیورلی شو (Beverly Shaw) کے کتابچہ کا عربی ترجمہ بنام "الغرب یتراجع عن التعلیم المختلط" ترجمہ ڈاکٹر وجیہ حمد عبدالرحمن۔

(کے کے گپتا) نے معاشرہ کو اس طرف متوجہ کرنا چاہا تھا کہ آج ہمارا ملک جوزنا بالجبر کے لئے ایک تجربہ گاہ بنتا جارہا ہے اس کی طرف جلد توجہ دینے کی ضرورت ہے ورنہ ملک تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے۔ مضمون نگار نے بطور مثال کئی واقعات کی طرف اشارہ کیا تھا، اگر ان واقعات کے اسباب پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو ہر شخص یہ اقرار کرنے پر مجبور ہوگا کہ یہ واقعات اسکولوں سڑکوں اور وسائل نقل میں اختلاط کے نتیجے میں رونما ہوئے ہیں [①]۔

حاصل کلام یہ کہ ضرورت ہے کہ معاشرے کے غیرتمند، دانشور حضرات اور سماجی کارکن اس طرف توجہ دیں اور اپنی نسل کو گندگی میں ملوث ہونے سے بچائیں۔

۳- خلوت پر پابندی:

فواحش ومنکرات کے روک تھام کے لئے شریعت نے ایک قدم یہ اٹھایا ہے کہ کوئی بھی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے، یہ تنہائی خواہ کتنے ہی پاک مقصد کے لئے ہو شریعت اسے جائز قرار نہیں دیتی۔ علمائے شریعت اسے ''خلوت'' سے تعبیر کرتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد احادیث میں خلوت سے سختی سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

''لا يخلون رجل بامرأة إلا و معها ذو محرم ولا تسافر المرأة إلا مع ذي محرم'' [②]۔

''کوئی بھی مرد کسی عورت (اجنبی عورت) کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے، الا یہ کہ اس عورت کے ساتھ اس کا کوئی محرم ہو اور کوئی بھی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے''۔

---

① دیکھئے: انوکھی کہانیاں عدد: ۴۷، سال ۲۰۰۶ء صفحہ ۲۲ اور اس کے بعد۔

② صحیح البخاری: ۱۸۶۲، جزاء الصید، صحیح مسلم: ۱۳۴۱، الحج، بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ، الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

صحیحین کی ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

”إیاکم والدخول علی النساء فقال رجل من الأنصار یا رسول الله أفر أیت الحمو؟ قال: الحمو موت“[1]۔

”عورتوں کے پاس (تنہائی میں) جانے سے بچو۔ یہ سن کر ایک انصاری صحابی نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ”حمو“ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: ”حمو“ تو موت ہے“۔

عربی زبان میں ”حمو“ سے مراد شوہر کے قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں جیسے دیور جیٹھ، شوہر کا چچا اور چچازاد بھائی وغیرہ، چونکہ ان لوگوں کے بارے میں پردہ سے متعلق لا پرواہی برتی جاتی ہے جس کے بڑے خطرناک نتائج سامنے آتے ہیں، اس لئے خصوصی طور پر ان سے متعلق سوال ہوا اور سخت لہجہ میں اس سے منع کیا گیا[2]۔

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

”ومن کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلایخلون بامرأة لیس معها ذو محرم منها، فإن ثالثهما شیطان “[3]۔

”اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ کسی عورت کے ساتھ بغیر اس کے کسی محرم کے ہرگز خلوت اختیار نہ کرے کیونکہ جب بھی کوئی مرد وعورت خلوت میں ہوتے ہیں تو ان کا تیسرا شیطان ہوتا ہے“۔

ان احادیث کی بنیاد پر علماء کا اتفاق ہے کہ کسی بھی اجنبی عورت سے خلوت اختیار کرنا حرام

---

① صحیح البخاری: ۵۲۳۲، النکاح، صحیح مسلم: ۲۱۷۲، الاستیذان بروایت عقبہ بن عامر۔

② دیکھئے: شرح مسلم للنووی ۱۴/ ۱۵۴، فتح الباری: ۹/ ۳۳۱۔

③ مسند احمد: ۳/ ۳۳۹، بروایت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

اورنا جائز ہے [1]۔

یہ خلوت خواہ کتنے ہی پاکیزہ مقاصد کیلئے ہو شریعت کی نظر میں کوئی مقصد اس کے جواز کی دلیل نہیں ہے [2] جیسے تعلیم کے لئے خلوت علاج کے لئے خلوت، اور کوئی جائز ضرورت پوری کرنے کے لئے خلوت، اسی طرح وہ خلوت خواہ کسی کے ساتھ ہو وہ پیر ہو، مولوی ہو، ڈاکٹر ہو یا کوئی اور اگر وہ عورت کا محرم نہیں ہے تو یہ مقاصد وافراد اوران کی قدسیت اسکے جواز کی سند نہیں دے سکتے۔ کیا خوب کہا خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے میمون بن مہران سے: "لا تخلون بامرأة وإن قلت أعلمها القرآن "۔ کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرنا خواہ قرآن مجید کی تعلیم ہی کے لئے ہو۔[حلیۃ الاولیاء: ۵/ ۳۵۴]

بدقسمتی سے ہمارے یہاں لوگ اس سلسلے میں واضح طور پر غفلت برتتے ہیں خصوصاً دوستوں، ماسٹروں اورڈاکٹروں کے بارے میں کھلی لاپرواہی برتی جاتی ہے، جبکہ ہر صاحب عبرت نگاہ رکھنے والا شخص دیکھ رہا ہے کہ اس لاپرواہی کے بہت ہی خطرناک نتائج سامنے آتے ہیں، اگر ہم میں سے ہر شخص اپنی یادداشت کی کیسٹ کو تھوڑا سا پیچھے کرے تو اس کے کانوں میں ایسے متعدد واقعات پڑیں گے جو اسی خلوت کے نتیجہ میں رونما ہوئے ہوں گے۔

---

① شرح مسلم للنووی ۹/ ۱۰۹، فتح الباری ۴/ ۷۷۔ ان احادیث میں محرم سے مراد وہ مرد ہے جس کا نکاح اس عورت سے ابدی طور پر حرام ہو، البتہ جولوگ وقتی طور پر حرام ہیں وہ محرمیت میں داخل نہیں ہیں، جیسے سالی، بیوی کی خالہ، بیوی کی بھانجی و بھتیجی اوراس طرح کی وہ قریبی رشتہ دار عورتیں کہ بیوی کی موجودگی میں ان سے نکاح جائز نہیں ہے۔ فتح الباری ۴/ ۷۷، و۹/ ۳۳۲۔

② البتہ اگر کوئی ناگزیر ضرورت پیش آجائے تو اس کے لئے یہ حکم نہیں ہے، بلکہ خلوت جائز ہوگی البتہ اس کے لئے کچھ حدود وقیود ہیں جن کا پاس ولحاظ رکھنا ضروری ہے، جیسے پردہ، غض بصر اور دونوں میں مناسب دوری۔ شرح مسلم للنووی: ۹/ ۱۹۰۔

علی سبیل المثال۔

کتنے ہی ماسٹر حضرات اپنی شاگردوں اور معصوم لڑکیوں کی عزت کے ساتھ کھیل جاتے ہیں میں ایک حافظ صاحب [1] کو جانتا ہوں جو ایک ۱۳، ۱۴ سالہ لڑکی کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے گھر والے بھی کہتے تھے کہ یہ حافظ صاحب ہیں اور قرآن مجید کی تعلیم دیتے ہیں اس لئے ان سے نہ کوئی پردہ ہے اور نہ کوئی خلوت وجلوت میں کوئی فرق ہے، لیکن چند مہینوں کے بعد اس کا نتیجہ وہی نکلا جو فطری چیز ہے، چنانچہ ہوا یہ کہ شیطان نے اپنا کام کیا اور ایک رات دونوں چھپ کر نکلے اور دور شہر جا کر کورٹ میرج کر لی اور آج حافظ صاحب اپنے کئے پر شرمندہ ہیں، کیونکہ ان کی بیوی نے جس طرح والدین سے بغاوت کر کے انکے ساتھ گناہ کا کام کیا اب خود ان کے ساتھ بغاوت کر کے دوسروں کے ساتھ گناہ کرتی ہے سچ ہے:

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

علاج و معالجہ کے سلسلے میں بھی لوگ خلوت کو برا نہیں سمجھتے، آج ہمارے نرسنگ ہوم اور ہسپتال کا ماحول ایسا بن گیا ہے کہ پردہ، خلوت اور شرم گاہ کی طرف دیکھنا کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا، بلکہ جو شخص اسے عیب شمار کرتا ہے وہ بے وقوف، غیر مہذب اور نادان تصور کیا جاتا ہے، چنانچہ نرسوں کا ڈاکٹروں کے ساتھ خلوت، مرد نرسوں کا خاتون نرسوں کے ساتھ خلوت، مریضہ کا ڈاکٹر کے ساتھ خلوت ایک عام عادت بن چکی ہے۔ حالانکہ اس آزادی کے جسقدر

---

[1] ہم نے حافظ صاحب کی مثال اس لئے نہیں دی ہے کہ دوسرے لوگ اس سے بری ہیں، ہرگز نہیں، بلکہ دوسرے ماسٹروں سے اس قسم کی نازیبا حرکتیں حافظ صاحب کے مقابلہ میں کثرت سے ہوتی ہیں، مقصد یہ ہے کہ جب حافظ و مولوی صاحب سے ایسی حرکتیں ہو سکتی ہیں اور ان سے خلوت جائز نہیں ہے تو دوسرے لوگ تو بدرجہ اولیٰ اس حکم میں آتے ہیں۔

بھیانک نتائج سامنے آتے ہیں وہ کسی بھی باغیرت اور صاحب ضمیر شخص کو چونکا دینے کے لئے کافی ہیں کیونکہ رہ رہ کر اخبارات میں وہ خبریں چھپتی رہتی ہیں۔

ابھی چند سال قبل کی بات ہے کہ فرانس کے شہر ''گولن'' کی رہنے والی ایک عورت نے روتے ہوئے پولیس کے سامنے اخبارنویسوں سے کہا کہ آج کے بعد سے میں اپنی بیٹی کے بارے میں کسی پر اعتماد نہیں کرسکتی اور دنیا کی ہر ماں کو میں یہ پیغام دیتی ہوں کہ ڈاکٹر اور کسی بھی ڈاکٹر کے پاس اپنی بیٹیوں کو بغیر بھائی باپ کی معیت کے علاج کے لئے نہ بھیجیں۔

یہ ایک غیر مسلم دنیا کے بڑے ترقی یافتہ ملک کے ایک ماں کی آواز تھی لیکن سوال یہ ہے کہ آخر اس نے یہ بڑی عظیم بات کیوں کہی؟

بھائیو! اصل میں اس کے پیچھے ایک عبرتناک حادثہ ہے، کاش کہ آج ہمارے ملکوں کے آزاد خیال اور اپنے کو مہذب کہنے والے ماں باپ اس سے عبرت پکڑتے۔

ہوا یہ کہ اس چیخنے والی ماں کی بیٹی کا ماہواری نظام درست نہ تھا، اس نے اپنی ماں سے صورت حال کا ذکر کیا، ماں نے اپنی بیٹی کو اپنے فیملی ڈاکٹر کے پاس بھیجا، ڈاکٹر پرانا واقف کار تھا اور اہل خانہ سے دوستانہ مراسم بھی تھے، ماں نے ٹیلیفون پر ڈاکٹر سے بات کی اور یہ بھی تاکید کردی کہ واپسی میں لڑکی کو اپنی کار سے گھر پہنچا دے۔ چنانچہ لڑکی ڈاکٹر کے پاس گئی، وہاں مریضوں کی لمبی قطار تھی، ڈاکٹر نے لڑکی کو انتظار کے لئے کہا تاکہ مریضوں سے فارغ ہونے کے بعد اطمینان سے اس کا معائنہ کرے، یہ کوئی باعث تعجب بات نہ تھی، لیکن شاید ڈاکٹر نے جان بوجھ کر بھی کچھ تاخیر سے کام لیا جب تمام مریضوں سے فارغ ہوا تو معائنہ والے کمرے میں لڑکی کو بلایا اور معائنہ والی چارپائی پر لیٹ جانے کا حکم دیا، لڑکی کو کسی بھی قسم کا شبہ نہیں تھا کیونکہ ایک تو وہ فیملی ڈاکٹر اور دوسرے لڑکی کا منہ بولا ''انکل''، خلاصہ یہ کہ ڈاکٹر لڑکی کا

معائنہ کرنے لگا اور علاج کے بہانے لڑکی کی آنکھ پر ایک کپڑا ڈال دیا پھر لڑکی کے ساتھ وہ کام بھی کر گیا جو لڑکی اور اس کی ماں کے وہم وگماں میں نہ تھا، لڑکی نے جب اس پر احتجاج کیا تو ڈاکٹر نے اسے ڈرایا اور کہا کہ اگر تم نے کسی سے یہ راز فاش کیا تو تمہیں قتل کر دوں گا۔

لڑکی اپنے گھر واپس ہوئی اس کی حالت دگر گوں تھی اور اس قسم کے بناوٹی انکلوں کے بارے میں اس کے نظریات بدل چکے تھے حالانکہ اس وقت ڈاکٹر کی عمر ۵۸ سال تھی اور وہ ایک مدت سے اہل خانہ کے نزدیک قابل اعتماد تھا[1]۔

ہم نے صرف ایک حادثہ بیان کیا ہے جبکہ اس قسم کے سینکڑوں حادثات گاہے بگاہے اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں اور جو خبریں پوشیدہ رہ جاتی ہیں ان کی تعداد عالم الغیب والشہادہ ہی جانتا ہے۔

ناظرین! تعجب اس پر نہیں ہے کہ اس ڈاکٹر نے اپنے پیشے کا لحاظ نہیں کیا کیونکہ جو کچھ ہوا وہ ایک فطری امر تھا، تعجب اس پر ہے کہ ہم لوگ اس قسم کے واقعات سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور خود وہ لوگ جن کے ساتھ یہ حادثات پیش آتے ہیں وہ آنکھیں اس وقت کھولتے ہیں جب ان کا سب کچھ لٹ چکا ہوتا ہے۔

اختلاط وخلوت کی سب سے بڑی اور خطرناک صورت گھروں میں ایک ہی خاندان کے افراد یا دوستوں کے ساتھ اہل خانہ کا اختلاط اور غیر محرم سے خلوت ہے جس کے غلط نتائج اس کثرت سے رونما ہوتے ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ ہر صاحب بصیرت اس کا ملاحظہ کر رہا ہے کہ گھروں میں اختلاط اور خلوت کی وجہ سے دیور اور بھابی، سالی اور بہنوئی دوست اور دوست کی بیوی وغیرہ کے ساتھ غیر شرعی اور ناجائز تعلقات کے واقعات کثرت سے رونما

---

① صراخ الفطرۃ: ص ۲۵-۱۸۔

ہور ہے ہیں، ہم میں کا ہر شخص ایسے سیکڑوں واقعات کا علم رکھتا ہے اور جو واقعات چھپے رہ جاتے ہیں ان کی تعداد معلوم نہیں کتنی ہوگی ۔ سچ کہا ہے ہندوستان میں عورتوں کے معاملات سے دلچسپی رکھنے والی کمیٹی کے صدر نے : چھیڑ چھاڑ ، زنا بالجبر اور اغوا کے وقعات اس کثرت سے پولیس ریکارڈ میں ہیں تو حقیقت میں کتنے ہوں گے، اس سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے [1]۔

اور جو باتیں صرف جذبات وخیالات، نظر اور دل کے گناہ تک رہ جاتی ہیں اس کا علم تو صرف عالم الغیب والشہادہ اور علیم بذات الصدور کو ہے۔ لیکن یہ بات واضح رہے اور ہر وہ شخص جو آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے یہ دھیان میں رکھے کہ یہ خیالات وجذبات اوران کا معاملہ ختم نہیں ہوا بلکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان پر بھی لوگوں کا محاسبہ کرے گا۔

سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿ لِّلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِۗ وَإِن تُبْدُواْ مَا فِيٓ أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ ٱللَّهُۖ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَآءُۗ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٖ قَدِيرٌ ﴾ [البقرة: ۲۸۴]۔

”آسمان اور زمین کی ہر چیز اللہ ہی کی ملکیت ہے تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے تم ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ اس کا حساب تم سے لے گا، پھر جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے سزا دے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے“۔

ایک روشن خیال ڈرائیور کو میں جانتا ہوں جو ہندوستان کے ایک مشہور شہر میں اپنی فیملی کے ساتھ رہتا تھا اور اپنے چھوٹے سے گھر میں اپنی بیوی بچوں کے ساتھ اپنے ایک دوست کو بھی رہائش دے رکھی تھی ، آپس میں نہ تو کوئی پردہ تھا اور نہ اختلاط وخلوت سے متعلق کوئی

---

① انوکھی کہانیاں: ص ۲۴۔

پابندی تھی کیونکہ یہ فقرہ زبان زد خاص و عام ہے کہ آپس میں پردہ نہیں ہوتا، کچھ دنوں کے بعد اپنی بیوی کو اپنے اصلی شہر میں گھر بنا کر چھوڑ آئے اور گھر کا ایک حصہ اپنے دوست کو بھی اس کی بیوی بچوں کے ساتھ کرائے پر دیدیا، چونکہ آپس میں پردہ تو پہلے ہی سے نہیں تھا اس لئے ان کی عدم موجودگی میں خلوت و اختلاط کے اور بھی مواقع فراہم ہوئے پھر نتیجہ وہی ظاہر ہوا جو ایسی صورت میں فطرتاً ظاہر ہوتا ہے، کچھ دنوں کے بعد جب حضرت گھر واپس آتے ہیں تو دیکھا کہ دوست اور بیوی کے درمیان تعلقات کچھ اور ہی رخ اختیار کر چکے ہیں، چنانچہ اس پر سخت برہمی کا اظہار کیا اور اپنے پرانے دوست کو گھر سے نکال دیا، لیکن یہ کام اس وقت کیا جب معاملہ بہت آگے بڑھ چکا تھا چنانچہ ایک دن ایسا ہوا کہ بیوی اپنا سارا زیور، گھر کے کاغذات اور بینک میں جمع شدہ رقم لیکر اپنے عاشق یعنی شوہر کے اس دوست کے ساتھ فرار ہوگئی جبکہ اپنے پیچھے اپنے تین بچوں اور پورے خاندان کو چھوڑ دیا، اب وہ بیچارے بجز اس کے اور کیا کرتے جیسا کہ اکبر الہ آبادی نے لکھا ہے:

کیا گزری جو اک پردہ کے عدو رورو کے پولس سے کہتے تھے
عزت بھی گئی ، دولت بھی گئی ، بی بی بھی گئی ، زیور بھی گیا

ہر شخص اس قصہ پر غور کر کے یہ معلوم کر سکتا ہے کہ اس کا سب سے اہم سبب اختلاط اور غیر محرم کے ساتھ خلوت ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ظاہری و باطنی گناہوں اور اخلاقی خرابیوں سے بندوں کو بچنے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اختلاط و خلوت کو حرام قرار دیا ہے، حتیٰ کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ وہ جانور جو عورتوں کے بارے میں جنسی جذبات رکھتے ہیں یا ایسے غلیظ کام کے لئے ان کی مشق کرائی جاتی ہے جیسے کتے بندر وغیرہ ان کے ساتھ بھی خلوت جائز نہیں ہے۔اسی طرح جو لوگ

اپنے اندر بعض مادہ جانوروں کے بارے میں جنسی جذبات محسوس کریں ان کے لئے ایسے جانوروں کے ساتھ خلوت جائز نہ ہوگی[1]۔

۴- غض بصر کا حکم:

فواحش ومنکرات سے بچنے کے لئے اسلام نے غض بصر کا حکم دیا ہے، غض کے معنیٰ ہیں چھپانے اور جھکانے کے۔ اسطرح غض بصر کے معنی ہوئے نظر کو جھکانا اور نیچی رکھنا۔

مقصود یہ ہے کہ انسان ہر اس چیز سے اپنی نظر کو پھیرے اور بچائے رکھے جس کا دیکھنا اس کے لئے جائز نہیں ہے، علماء جب غض بصر یا نظر نیچی رکھنے یا نظر بچائے رکھنے کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے عمومی طور پر کسی اجنبی عورت کے دیکھنے سے نظر بچانا مقصود ہوتا ہے۔ چونکہ نظر ہی جنسی شہوت اور زنا کا پیش خیمہ ہے اس لئے شریعت نے اسے نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿٣٠﴾ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ [النور: ۳۰-۳۱]۔

''مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ سب سے باخبر ہے۔ اور مسلمان عورتوں سے کہیں کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جواز خود ظاہر ہے''۔

---

[1] الاختیارات الفقہیہ لشیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ: ص ۲۰۱۔

یعنی مسلمان مردوں اور عورتوں دونوں کو چاہئے کہ وہ ہر ایسی چیز کے دیکھنے سے اپنی نظر کو بچائے رکھیں جس کا دیکھنا ان کے لئے جائز نہیں ہے، خاص کر اجنبی عورتوں اور ان سے متعلقہ چیزوں کے دیکھنے سے خصوصی طور پر بچیں جن سے جنسی شہوت پیدا ہوتی ہے اور انسان کے زنا میں پڑنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسی لئے نظروں کے نیچی رکھنے کے حکم کے فوراً بعد ہی شرمگاہ کی حفاظت کا بھی ذکر ہے کیونکہ نظروں کو نیچی نہ رکھنے اور اسے آزاد چھوڑ دینے کا معنیٰ یہ ہے کہ معاملہ صرف نظر بازی تک ہی باقی نہیں رہے گا بلکہ اس کا آخری انجام زنا جیسے قبیح اور غیر اخلاقی فعل کی صورت میں ظاہر ہوگا گیا۔ خوب ہی لکھا ہے عالم ربانی امام ابن القیم رحمہ اللہ نے کہ: نظر سے انسان کے دل میں حرکت پیدا ہوتی ہے، اب اگر اسے دور کر دیا تو اس کے بعد کے شر سے آرام پا گیا لیکن اگر اس سے چھٹکارا حاصل نہ کیا تو یہی چیز وسوسہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے جس کا دفاع کرنا پہلے سے زیادہ مشکل ہوجاتا ہے، پھر اگر اسے دور کر دیا تو فبہا ورنہ آگے بڑھ کر یہی وسوسہ شہوت کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اگر اب بھی اس کا علاج کر لیا تو قدرے غنیمت ورنہ یہی بدکاری کے ارادے میں تبدیل ہوجاتا ہے (جس کا دور کرنا پہلے سے کہیں زیادہ مشکل ہوجاتا ہے) اب اگر اس ارادہ کو ختم کر دیا تو بہت خوب ورنہ یہ ارادہ عزم یا ارادہ جازمہ بن جاتا ہے جس کا دور کرنا مشکل ترین ہوتا ہے بلکہ انسان اسے عملی جامہ پہنا دیتا ہے [1]۔

یہی وجہ ہے کہ اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے زنا سے تعبیر کیا ہے، چنانچہ ارشاد رسول ربانی ہے:

”کتب علی ابن آدم حظه من الزنا مدرک ذلک لا محالة، فالعینان زناهما النظر، والأذنان زناهما الاستماع واللسان زناه الکلام والید

---

① التبیان: ص ۴۰۴۔

زناها البطش والرجل زناها الخطا والقلب يهوى ويتمنى ويصدق ذلك الفرج ويكذبه "[1]۔

"ابن آدم پر اس کا حصہ زنا سے لکھا جا چکا ہے جو اسے لامحالہ مل کر رہیگا چنانچہ دونوں آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، دونوں کانوں کا زنا دھیان دیکر سننا ہے، اور لگاوٹ کی بات چیت زبان کا زنا ہے اور ہاتھ کا زنا ہاتھ لگانا ہے اور پاؤں کا زنا ناجائز مقصد کے لئے چل کر جانا ہے، دل بدکاری کا ارادہ کرتا ہے اور تمنا کرتا ہے اور شرم گاہ اسے پایہ تکمیل تک پہنچاتی ہے یا نہیں پہنچاتی"۔

ناظرین! نظر کے فتنے اور اس کے نقصانات ہی کے پیش نظر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو خصوصی طور پر اس سے منع فرمایا اور اس کی حفاظت پر بڑے اجر کی بشارت دی ہے، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

"يا علي لا تتبع النظرة النظرة فإنما لك الأولىٰ وليست لك الثانية "[2]۔

"اے علی پہلی نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا کیونکہ پہلی (بے اختیار پڑنے والی نظر) تو تمہارے لئے معاف تھی البتہ دوسری جائز نہیں ہے"۔

یعنی پہلی نظر جو کسی اجنبی عورت یا اس کی زینت پر پڑی چونکہ وہ بغیر قصد و ارادہ کے تھی اس لئے اللہ کی طرف سے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے لیکن اگر تم نے اس پر اپنی نظر جما دی یا دوبارہ اسے دیکھنے کی کوشش کی تو یہ تمہارے لئے جائز نہیں، کیونکہ یہ تمہارے اختیار سے ہے اور اس پر گناہ ہے۔

---

① صحیح البخاری: ۶۶۱۲، القدر، صحیح مسلم: ۲۶۵۷ القدر، مسند احمد: ۲/ ۳۱۷، بروایت ابو ہریرہ۔

② سنن ابو داود: ۲۱۴۹، النکاح، سنن ترمذی: ۲۷۷۷ الادب، مسند احمد: ۵/ ۲۵۲، بروایت بریدہ رضی اللہ عنہ، دیکھئے: صحیح الترغیب والترھیب ۲/ ۳۹۸۲۔

اسی طرح ایک بار حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے اچانک پڑ جانے والی نظر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ایسے موقع پر اپنی نظر پھیر لو [1]۔

نظر نیچی رکھنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ثلاثة لا ترى أعينهم النار: عين حرست في سبيل الله ، وعين بكت من خشية الله، وعين كفت عن محارم الله " [2]۔

"تین قسم کی آنکھیں آگ کو نہ دیکھیں گی: ۱۔ وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ داری کی ہوگی۔ ۲۔ وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہوگی۔ ۳۔ وہ آنکھ جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو دیکھنے سے رکی ہوگی"۔

خلاصہ یہ کہ فواحش ومنکرات پر روک تھام کے لئے ضروری ہے کہ نظر کی حفاظت کی جائے کیونکہ یہ وہ پہلا دروازہ ہے جو زنا کی طرف کھلتا ہے [3] اور جنسی بے راہ روی کا سب سے پہلا علاج نظر کی حفاظت ہے۔ کیا خوب کہا ہے جنسی علوم کا ماہر، جنسی دواؤں پر دسترس رکھنے والا ایک جرمنی پروفیسر بودفولیفیلتز نے:

"میں نے جنسی امراض اور انکے علاج کے بارے میں غور کیا، اس سلسلہ میں مطالعہ کیا لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل شدہ کتاب کی اس آیت سے مفید کسی اور دوا کو نہ پا سکا:

---

① صحیح مسلم: ۲۱۵۹، الادب، سنن ترمذی: ۲۷۷۶، الادب، مسند احمد: ۴/ ۳۶۱، بروایت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

② الطبرانی فی الکبیر: ۱۹/ ۴۱۷، بروایت معاویہ بن حیدہ، دیکھئے: صحیح الترغیب: ۲/ ۱۷۔

③ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"**الاثم حواز القلوب وما من نظرة إلا وللشيطان فيها مطمع** "۔گناہ دلوں پر چھا جاتا ہے (یا گناہ دلوں پر اثر انداز ہوتا ہے) اور (غیر محرم عورت کی طرف) کوئی نظر ہو اس سے شیطان کچھ امیدیں ضرور رکھتا ہے۔ شعب الایمان للبیہقی: ۵۰۵۱، ۷/ ۳۰۷، الطبرانی الکبیر: ۸۷۴۸، ۹/ ۱۶، بروایت عبداللہ بن مسعود، دیکھئے: الصحیحہ ۲۶۱۳۔

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾ [النور:۳۰]۔

اور یہ آیت:

﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ [النور:۳۱]۔

ناظرین! نظر، اس کی حفاظت اور حفاظت کے فوائد، اسی طرح نظر بازی، اس کے نقصانات اور اس سے بچاؤ کے ذرائع ایک تفصیل طلب موضوع ہے جس کے لئے الگ مضمون اور مقالہ کی ضرورت ہے، اس سلسلہ میں ناچیز نے کافی مواد جمع کیا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے ترتیب دینے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

جو ہیں اہل بصیرت اکثر آنکھیں بند رکھتے ہیں
نظر اچھے دلوں کو بھی کبھی بدنام کرتی ہے

۵- بغیر ضرورت باہر نکلنے پر پابندی:

عورتوں کا اپنے گھروں سے بغیر ضرورت کے باہر نکلنا اور بالخصوص کثرت سے نکلنا شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ عمل ہے، خاصکر بازاروں، پارکوں اور اس طرح کی عام جگہوں میں جانا جہاں مردوزن کا کثرت سے اختلاط پایا جائے اور وہاں شیاطین جن وانس کی کثرت موجود ہو اور واقعہ بھی یہی ہے کہ فواحش ومنکرات کے انتشار کا ایک بہت بڑا سبب عورتوں کا آزادانہ سیر وتفریح کیلئے نکلنا ہے اور اگر والدین غور کریں تو انہیں اندازہ ہوگا کہ لڑکے اور لڑکیوں کی بغاوت جو اپنے والدین کے ساتھ ہوتی ہے اس کے پیچھے بچوں اور بچیوں کے گھر سے نکلنے اور بلا روک ٹوک ہر جگہ آنا جانا ہے۔ اگر ان واقعات پر نظر ڈالی جائے جو لڑکیوں

کے اپنے والدین کے گھر سے غائب ہونے کے پیش آتے ہیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے اکثر واقعات میں یہ نکتہ ضرور ملے گا کہ والدین نے انکے گھر سے نکلنے اور واپس آنے پر بالکل توجہ نہیں دی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ [الاحزاب:۳۳]۔

''اور اپنے گھر میں ٹک کر رہو اور دور جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاتی پھرو''۔

یعنی اصل تو یہ ہے کہ تم اپنے گھروں سے باہر نہ نکلو کیونکہ اگر تم باہر کثرت سے نکلنا شروع کروگی تو جہاں ایک طرف اپنی اصل ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی وارد ہوگی وہیں دوسری طرف جن وانس کے شیاطین تمہارا پیچھا کریں گے۔ اور اگر باہر نکلنے کی ضرورت بھی ہو جیسا کہ واقع امر ہے تو نکلنے کے آداب کو مد نظر رکھو، بناؤ سنگھار کر کے، بے پردہ اور زمانۂ جاہلیت کی طرح نہ نکلو۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے مسند البزار کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ کچھ عورتیں خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں کہ اے اللہ کے رسول! ساری فضیلتیں تو مردوں کے حصہ میں آئیں کیونکہ وہ جہاد کرتے ہیں اور ہم جہاد نہیں کرتیں تو کیا کوئی ایسا عمل ہے کہ اگر ہم وہ کریں تو ہمیں بھی ان کے برابر اجر ملے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”من قعدت منكن في بيتها فإنها تدرك عمل المجاهدين “[1]۔

[1] تفسیر ابن کثیر ۳/ ۴۱۲، الدر المنثور ۶/ ۶۰۰، اس حدیث کی سند میں ایک راوی روح المسیب ہیں جنھیں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ثقہ اور امام ابن حبان نے ضعیف کہا ہے۔

''تم میں سے جو عورت اپنے گھر ہی میں بیٹھی رہے (اور مجاہدین کے مال و اولاد کی نگرانی کرتی رہے) وہ اس کے ذریعہ مجاہدین کے اجر کو پالے گی''۔

سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے نماز جیسی عبادت کے سلسلہ میں بھی یہ بات ارشاد فرمایا:

''خير مساجد النساء قعر بيوتهن ''[1]۔

''عورت کے لئے سب سے بہتر مسجد اس کے گھر کا اندرونی حصہ ہے''۔

اسی طرح ایک صحابیہ جن کا نام ام حمید تھا خدمت نبوی میں حاضر ہوتی ہیں اور عرض کرتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے آپ کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنا بہت پسند ہے، آپ ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

''قد علمت أنك تحبين الصلاة معي وصلاتك في بيتك خير لك من صلاتك في حجرتك وصلاتك في حجرتك خير لك من صلاتك في دارك وصلاتك في دارك خير لك من صلاتك في مسجد قومك وصلاتك في مسجد قومك خير لك من صلاتك في مسجدي ''[2]۔

''مجھے معلوم ہے کہ تمہیں میرے ساتھ نماز پڑھنا بہت پسند ہے لیکن اپنے خاص کمرے میں تمہارا نماز پڑھنا اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اپنے گھر میں نماز پڑھنا گھر کے احاطے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور گھر کے احاطے میں تمہارا نماز پڑھنا

---

[1] مسند احمد: ۶/ ۲۹۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۸۲، ۲/ ۹۲، بروایت ام سلمہ، دیکھئے: الصحیحہ ۱۳۶۹۔

[2] مسند احمد: ۶/ ۲۹۷، صحیح ابن خزیمہ ۱۶۸۹، ۲/ ۹۵، ابن حبان: ۲۲۱۴، ۴/ ۷۶، بروایت ام حمید۔ علامہ البانی نے صحیح ابن خزیمہ کی تعلیق میں اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور اپنے محلہ کی مسجد میں تمہارا نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے"۔

راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنکر ام حمید نے اپنے گھر کے تاریک ترین حصہ میں ایک جائے نماز بنالی اور آخری عمر تک اس جگہ نماز پڑھتی رہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ صرف نماز کے لئے نکلنا وہ بھی اپنے محلہ کی مسجد میں یہ عورت کے خانگی زندگی پر موثر نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ باہر نکلنے سے عورت کی خانگی زندگی متاثر ہوگی [1] بلکہ اس کا اصل مقصد عورت کی عزت وعصمت کی حفاظت اور معاشرہ سے فواحش ومنکرات کے اسباب کا سد باب ہے، اور اصل حقیقت بھی یہ ہے کہ آج معاشرہ میں اغواء زنا بالجبر اور لڑکیوں کے فرار جیسے جرائم کی بہت بڑی وجہ عورتوں کا آزادانہ گھومنا اور بلا کسی روک ٹوک کے ہر جگہ آنا جانا ہے، کاش کہ ہماری قوم کے غیرت مند حضرات اس پر توجہ دیتے، اس غلطی پر متنبہ کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: "اے لوگو! تمہیں غیرت نہیں آتی، تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہاری عورتیں اس قدر آزادی سے باہر نکلتی ہیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہاری عورتیں بازاروں میں کافروں کے شانہ بشانہ چلتی ہیں [2]۔

ذرا سوچیں کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ آج ہماری عورتوں کو عصر حاضر کے بازاروں اور دکانداروں سے آزادانہ باتیں کرتے دیکھتے تو اس وقت کیا کہتے؟

ذرا فرمان نبوی کو بھی پڑھیے۔

---

① کیونکہ بہت سے قلمکار جب عورت کے باہر نکلنے یا باہر کام کرنے سے متعلق گفتگو کرتے ہیں تو اس کی اصل علت یہ بیان کرتے ہیں کہ عورتوں کے باہر نکلنے سے ان کی خانگی زندگی متاثر ہوتی ہے۔

② مسند احمد: ۱/ ۱۳۳۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان و أقرب ما يكون من وجه ربها وهي في قعر بيتها "[1]۔

''عورت پردے کی چیز ہے، چنانچہ جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے، اور کوئی بھی عورت اپنے رب کی رضا کے قریب تر اسی وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں ہوتی ہے''۔

ایک طرف اس فرمان نبوی کو دیکھئے اور اس کی خوبیوں پر غور کیجئے پھر دوسری طرف آج دنیا میں عورت کے آزادانہ گھومنے کو دیکھئے اور اس کے نتائج پر غور کیجئے[2]۔

ابھی چند سال قبل لندن کے ایک علاقہ میں چھ سات لڑکوں نے ایک ہوٹل کے سامنے سے رات دو بجے دو لڑکیوں کا اغواء کیا اور کچھ ہی دور جا کر ایک جانبی سڑک پر تقریباً بیس آدمیوں کی موجودگی میں یکے بعد دیگرے لڑکیوں کے ساتھ زنا بالجبر کیا، وہ دونوں لڑکیاں فریاد کرتی رہیں لیکن بیس سے زیادہ بے غیرت مرد کھڑے تماشا دیکھتے رہے اور کسی کی رگ انسانیت نہیں پھڑکی[3]۔

بازاروں کا چکر لگانے والیوں، دوکانوں پر آنے جانے والیوں اور بغیر کسی روک ٹوک

---

① صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۸۵، ۳/ ۹۳، صحیح ابن حبان: ۵۵۶۹، ۸/ ۱۵۶، بروایت عبداللہ بن مسعود۔ دیکھئے: الصحیحہ: ۲۶۶۸، اس حدیث کے ابتدائی الفاظ سنن الترمذی میں بھی موجود ہیں، دیکھئے: سنن الترمذی: ۱۱۷۳، الرضاع۔

② یہ صرف آزادانہ گھومنا پھرنا ہی نہیں، بلکہ لباس کا عالم یہ ہے کہ ''نہیں ہے'' کا منظر پیش کر رہا ہے، گوشت کے اس مجموعہ پر چند فقیرانہ چیتھڑوں کو فیشن و تہذیب کا نام دیا جاتا ہے۔

③ صراخ الفطرۃ: ۷۵، ۷۶۔

کے باہر نکلنے والی لڑکیوں سے متعلق واقعات اس کثرت سے پیش آتے ہیں کہ انہیں احاطۂ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا، ضرورت ہے کہ غیرت مند ماں باپ، شوہر و بھائی اس طرف توجہ دیں اور عورتوں سے متعلق اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں۔

۲- شرعی پردہ کا اہتمام:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾ [الاحزاب: ۵۳]۔

''اور جب نبی کی بیویوں سے تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے''۔

یہ آیت آیت حجاب کہلاتی ہے جس میں بلا واسطہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اور بالواسطہ تمام مسلمان عورتوں کو پردہ کا حکم دیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی پردہ کی حکمت بھی بیان کردی گئی ہے کہ پردہ کی وجہ سے مرد و عورت کے دل جنسی خیالات سے پاک اور ایک دوسرے کے ساتھ فتنہ میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں گے۔

یہیں سے ان لوگوں کی جہالت اور ذہنی پراگندگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جن کا دعویٰ ہے کہ اصل پردہ تو دل کا پردہ ہوتا ہے، حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے یا جاننا نہیں چاہتے کہ اصل پردہ نظروں کا پردہ ہوتا ہے اور جب یہ پردہ اٹھ جاتا ہے تو دل کے پردہ کو محفوظ رکھنا ایک مشکل ترین کام بن جاتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا صحیح ترین ہوگا کہ دل کی پاکیزگی کے لئے آنکھ کا پردہ قلعہ کی دیوار کا کام کرتا ہے، اگر یہ دیوار سالم ہے تو دل سالم ہے ورنہ نہیں، سچ کہا ہے اکبر الہ آبادی نے ؎

حفظ عصمت بھی سہی لیکن یہ پردہ ہند میں　　　مسلموں کی جاہ و شان و تمکنت کی بات تھی

پردہ در کہتا ہے اب اس کی ضرورت ہی نہیں میرزا یا نہ ادا تھی سلطنت کی بات تھی
خون میں غیرت رہی باقی تو سمجھے گا کبھی خوب تھا پردہ نہایت مصلحت کی بات تھی

ناظرین! پردہ کیا چیز ہے؟ جسم کے کس حصہ کا پردہ ہونا چاہئے؟ اور کن لوگوں سے پردہ ہونا چاہئے؟ ایک طویل موضوع ہے جس کی تفصیل اس کتابچہ میں بیان نہیں کی جاسکتی، البتہ چند باتیں بڑے اختصار کے ساتھ رکھی جاتی ہیں، ان باتوں سے مضمون قدرے طویل ہوگیا ہے لیکن چونکہ جس مقصد کے لئے یہ مضمون لکھا جارہا ہے اس سے ان باتوں کا گہرا تعلق ہے اس لئے درج کی جارہی ہیں۔

اولاً: پردہ کے شرائط[1]:

اہل علم نے شرعی پردہ کے لئے چند شرطیں رکھی ہیں:

۱۔ پورا جسم چھپا ہو، بجز اس کے جس کا ظاہر کرنا یا ظاہر ہونا ناگزیر ہو:

شرعی پردہ کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ عورت کا پورا جسم چھپا ہو، البتہ بعض وہ اعضاء جسم جن کا ظاہر کرنا ایک ناگزیر ضرورت ہو جیسے چلنے اور راستہ دیکھنے کے لئے آنکھ، لین دین کیلئے پہنچوں تک ہاتھ یا چلتے وقت پاؤں کے بعض حصے کا ظاہر ہونا وغیرہ۔ البتہ پردہ کے لئے چہرہ کا چھپا ہونا اساسی حیثیت رکھتا ہے[2] چنانچہ ارشاد باری ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزۡوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ يُدۡنِينَ عَلَيۡهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّۚ ذَٰلِكَ أَدۡنَىٰٓ أَن يُعۡرَفۡنَ فَلَا يُؤۡذَيۡنَۗ وَكَانَ ٱللَّهُ

---

[1] علامہ البانی رحمہ اللہ نے ان شرائط کو اپنی کتاب جلباب المرأۃ المسلمۃ میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

[2] کیونکہ چہرہ ہی انسان کی پہچان ہے، اور اس کا سارا ظاہری حسن چہرہ پر نمایاں ہوتا ہے، چہرہ کا خارج کر دیا جائے تو سارا جسم انسانی گوشت کا مجموعہ نظر آتا ہے۔

غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴾[الاحزاب:۵۹]۔

”اے نبی اپنی بیویوں، بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دیں کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں، یہ زیادہ مناسب طریق ہے تا کہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں، اللہ غفور رحیم ہے“۔

اس آیت میں چادروں کے پلو لٹکانے کا معنیٰ بالکل وہی ہے جسے ہماری زبان میں گھونگھٹ نکالنا کہا جاتا ہے جس سے چہرے کا بیشتر حصہ بلکہ تقریباً پورا حصہ چھپ جاتا ہے اور نظریں نیچی کر کے چلنے سے راستہ بھی واضح نظر آتا ہے۔

اس آیت میں چادر کے لئے لفظ ”جلباب“ استعمال ہوا ہے، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جلباب سے مراد وہ کپڑا ہے جو سر سمیت پورے بدن کو ڈھک لے۔ یعنی اتنی بڑی چادر اور اوڑھنی جو سر اور باقی بدن کو ڈھک لے۔ گھونگھٹ نکالنے کی تفسیر حضرت عبیدہ السلمانی رحمہ اللہ نے یہ کی ہے کہ عورت اپنی چادر کو سر سے اس طرح لٹکائے کہ اس کی صرف ایک آنکھ ظاہر رہے[1]۔

بعض اہل علم چہرہ کے چھپانے کو وجوبی پردہ میں شمار نہیں کرتے، لیکن ان کا مسلک بطور دلیل کمزور ہے، یہ موقعہ ان دلائل کے ذکر اور ان پر رد کا نہیں ہے، البتہ کتابچہ کے آخر میں ایک استفتاء اور اس کا جواب بطور ضمیمہ شامل کیا جا رہا ہے جس سے مسئلے کی قدرے وضاحت ہو جاتی ہے، تفصیل کے لئے اس سلسلہ میں تالیف شدہ کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

۲۔ حجاب فی نفسہ زینت نہ ہو:

یعنی جس لباس سے عورت اپنے جسم کو چھپائے ہوئے ہے وہ ایسا مزین و منقش اور جاذب

---

① دیکھئے: جلباب المرأة المسلمة ولباسها في الصلاة (اردو ترجمہ) ص ۱۲۔

نظر نہ ہو کہ دیکھنے والوں کو دعوت نظارہ دے رہا ہو، جس سے بے غیرت اور بے حمیت لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ہاتھ آرہا ہو کہ جب ظاہر اتنا خوبصورت ہے تو اس کے اندر کی چیز کسقدر صاحب ذوق اور خوبصورت ہوگی۔ کیونکہ شریعت کا منشا یہ ہے کہ عورت اجنبی مردوں سے اپنی زینت کو چھپائے تاکہ مردوں کی توجہ عورتوں کی طرف نہ جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ} اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔ پھر اگر اس قدر مزین ومزرکش کپڑا پہنا گیا ہو جو اپنی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرے تو قرآن کا مقصد ادا نہیں ہوا۔

زینت سے متعلق مزید بحث آگے آرہی ہے۔

۳۔ موٹا اور دبیز ہو:

یعنی وہ لباس اس قدر باریک نہ ہو جس سے عورت کا جسم جھلک رہا ہو، یہ ظاہر ہونا خواہ حقیقی ہو یعنی کپڑا اس قدر شفاف ہو کہ اس کے پہننے سے اندر کا چمڑا نظر آرہا ہو، یا باریک اگر چہ نہیں ہے لیکن ایسا کپڑا ہے کہ جسم پر چپک جائے تو جسم کے اندر کا چمڑا اگر چہ ظاہر نہ ہو لیکن جسم کے انگ انگ نمایا اور فتنے میں مبتلا کردینے والے اعضاء واضح ہورہے ہوں۔ ذرا غور کریں کہ اس عورت کا چہرہ چھپانے سے کیا فائدہ جس کے برقعہ کی یہ کیفیت ہو کہ باریک ہونے کی وجہ سے اندر کے کپڑے، زیور حتیٰ کہ سینے کے اتار چڑھاؤ واضح ہوں (اس شکل کو زینت چھپانا نہیں کہتے بلکہ زینت کی طرف متوجہ کرنا کہتے ہیں)۔

اس سلسلہ میں سب سے واضح دلیل وہ حدیث نبوی ہے جسمیں بعض عورتوں کو کپڑا پہنے ہوئے ہونے کے باوجود عریاں کہا گیا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”صنفان من أمتي لم أرهما قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات

رؤوسهن كأسنمة البخت المائلة ، لايدخلن الجنة ولايجدن ريحها وإن ريحها لتوجد من مسيرة كذا وكذا "[①]۔

''میری امت میں سے دو قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا، ا۔ایسے لوگ جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم کی طرح موٹے موٹے چابک ہوں گے جن سے لوگوں کو ماریں گے۔ ۲۔اور ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑا تو پہنے ہوئے ہوں گی لیکن فی الواقع برہنہ ہوں گی (غیر مردوں کو) اپنی طرف مائل کرنے والی اور ان کی طرف خود بھی مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹ کی کوہان کی طرح ناز ونخرے کے ساتھ ایک طرف مائل ہوں گے، وہ نہ تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی دوری سے محسوس کی جاتی ہے''۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی عورتوں کے بارے میں فرمایا:

"العنوهن فإنهن ملعونات "[②]۔

''ان پر لعنت بھیجو، اس لئے کہ وہ سب ملعون ہیں''۔

اس حدیث کے الفاظ ''کپڑا پہنے ہوں گی'' ''عریاں ہوں گی'' کی ایک تفسیر اہل علم نے یہ کی ہے کہ وہ ایسا کپڑا پہنے ہوں گی جس سے قابل ستر حصہ چھپا نہ ہوگا جسطرح کہ آج کل بہت سی عورتیں فیشنی برقعہ پہنتی ہیں جس سے ان کا چہرہ اور سر وغیرہ کھلا رہتا ہے، بعض برقعے ایسے بھی دیکھے جاتے ہیں کہ دائیں بائیں اور نیچے کی طرف سے اس طرح کھلے رہتے ہیں کہ چلتے وقت پاؤں اور اندر کے کپڑے ظاہر ہو جاتے ہیں، اسطرح بعض ایسی برقعہ پوش عورتیں

---

① صحیح مسلم: ۲۱۲۸، اللباس والزینۃ، مسند احمد: ۲/ ۳۵۶ صحیح ابن حبان: ۷۴۱۸، ۱۰/ ۴۲۸، بروایت ابوہریرہ۔

② مسند احمد: ۲/ ۲۲۳، الطبرانی الصغیر: ۲/ ۱۲۸، بروایت عبداللہ بن عمرو، دیکھئے: الصحیحہ ۲۶۸۳۔

دیکھی گئی ہیں کہ ان کا چہرہ تو چھپا ہوا ہے البتہ پیچھے سے زلفوں کی لٹیں بالکل ظاہر رہتی ہیں۔ یہ تو برقعہ پوش عورتوں کا حال ہے البتہ وہ عورتیں جو برقعہ سے آزاد ہوتی ہیں ان میں سے اکثر عورتوں کی کیفیت تو یہ ہوتی ہے کہ ان کے جسم کا لباس بظاہر تو کئی کپڑوں پر مشتمل ہوتا ہے لیکن سر، سینہ، پیٹ، حتیٰ کہ جسم کا اکثر حصہ کھلا ہوتا ہے، یا ہر طرح پہچانا جاتا ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس سے اللہ کے رسول ﷺ کی مراد وہ عورتیں ہیں جو ایسے باریک لباس پہنتی ہیں جس سے اندر کی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں، بظاہر تو یہ کپڑا پہنے ہیں لیکن فی الواقع وہ برہنہ ہیں۔

آپ ﷺ کے مذکورہ فرمان کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اپنے ڈوپٹے کو (سر پر ڈال کر یا گردن میں ڈال کر) پیچھے لٹکا لیتی ہیں جس سے ان کے سینے کھلے رہتے ہیں یہ عورتیں کپڑا پہنے ہوئے ہونے کے باوجود برہنہ ہیں، اس لئے کہ ان کا پورا جسم چھپا ہوا نہیں ہے۔

اور ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں سے تو مالا مال ہیں لیکن شکر سے عاری ہیں۔ واضح رہے کہ پہلا ہی زیادہ صحیح ہے [1]۔

خلاصہ یہ کہ ہر وہ کپڑا جو ایسا باریک ہو جس سے اندر کا جسم ظاہر ہو یا موٹا ہونے کے باوجود جسم سے اسطرح چپک جائے کہ جسم کی ساخت اور پیچ وخم ظاہر ہوں، اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔

۴۔ کشادہ ہو تنگ نہ ہو:

شرعی پردہ کے لئے اہل علم نے ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ وہ لباس ڈھیلا ڈھالا ہو، جسم پر

---

[1] شرح السنۃ: ۱۰/ ۲۷۲، نیز دیکھئے: احکام القرآن لابن العربی: ۳/ ۱۴۰۱، التمہید لابن عبدالبر: ۱۳/ ۲۰۴۔

ایسا تنگ نہ ہو کہ اس سے جسم کے پیچ وخم ظاہر ہوں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو قبطی کپڑے دحیہ کلبی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بطور ہدیہ بھیجے تھے اس میں سے ایک موٹی چادر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھی عنایت فرمائی، جسے میں نے اپنی بیوی کو پہننے کے لئے دے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ جو چادر میں نے تمہیں دی تھی اسے استعمال کیوں نہیں کیا؟ میں نے عرض کیا کہ اسے میں نے اپنی بیوی کو دے دیا، آپ نے فرمایا:

"مرها فلتجعل تحتها غلالة فإني أخاف أن تصف حجم عظامها "[1]۔

''اسے کہہ دو کہ اس کے نیچے کوئی استر لگالے، کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ اس سے اس کے جسم کی ساخت ظاہر ہوگی''۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ جس کپڑے سے جسم کی ساخت اور اس کا اتار چڑھاؤ ظاہر ہو وہ عورت کے لئے جائز نہیں ہے، اسی طرح اگر اتنا تنگ کپڑا پہنا گیا جو جسم پر اسقدر فٹ ہو کہ عورت کی کمر، سینہ، اور دوسرے اعضاء ظاہر ہو رہے ہوں تو ان کا پہننا جائز نہ ہوگا، جیسا کہ آج کل نت نئی ڈیزائن اور کٹنگ کے برقعے جو بازاروں میں دستیاب ہیں وہ جسم پر بالکل فٹ اور اس قدر تنگ ہوتے ہیں ہیں کہ اس سے عورت کے جسم کے وہ حصے نمایاں رہتے ہیں جس سے مردوں کے فتنے میں پڑنے کا خوف ہوتا ہے۔ ایسے برقعے قطعاً جائز نہیں ہیں۔

۵۔ خوشبودار اور عطر بیز نہ ہو:

خوشبو کے اندر عجیب قسم کی کشش ہوتی ہے، بعض خوشبوئیں شہوت ابھارتی اور بعض مزاج میں نشاط پیدا کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے شریعت نے عورتوں کو باہر نکلتے وقت خوشبو کے استعمال

---

① مسند احمد: ۵/ ۲۰۸، سنن کبری بیہقی: ۲/ ۲۳۲، بروایت اسامہ بن زید، دیکھئے: جلباب المرأة المسلمة للالبانی: ۱۳۱۔

سے منع کیا ہے۔ اسی بنیاد پر علماء نے شرعی پردہ کے شرائط میں ایک اہم شرط یہ رکھی ہے کہ وہ لباس عطر بیز نہ ہو، ایسا نہ ہو کہ عورت اپنے آپ کو مکمل طور پر چھپائے ہوئے ہو حتیٰ کہ اس کی آنکھیں بھی نظر نہ آرہی ہوں، لیکن اپنے برقعہ یا نقاب کو عطر سینٹ یا دھونی وغیرہ کے ذریعہ معطر کئے ہو۔ کیونکہ اس صورت میں پردہ کا مقصد حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ شریعت نے بڑی سختی کے ساتھ عورتوں کو اس سے منع فرمایا ہے، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

"أيما امرأة استعطرت فمرت على قوم ليجدوا ريحها فهي زانية"[1]۔

"جو کوئی عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرے تا کہ لوگ اس کی خوشبو محسوس کریں تو ایسی عورت زانیہ یعنی زنا کو دعوت دینے والی ہے"۔

اللہ کے رسول ﷺ نے بنی اسرائیل کی ہلاکت اور فتنے میں واقع ہونے کا سب سے اہم سبب اسی چیز کو قرار دیا ہے، چنانچہ ایک بار آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

"الدنيا حلوة خضرة فاتقوها و اتقوا النساء"۔

"دنیا ہری بھری اور میٹھی ہے تمہیں چاہئے کہ تم اس سے بچتے رہو اور عورتوں سے بھی بچتے رہو"۔ (کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کے ذریعہ ہی اٹھا ہے) پھر آپ نے بنو اسرائیل کی تین عورتوں کا ذکر فرمایا کہ:

"امرأتين طويلتين تعرفان وامرأة قصيرة لا تعرف، فاتخذت رجلين من خشب وصاغت خاتما فحشته من أطيب الطيب المسک وجعلت له

---

[1] مسند احمد: ۴/ ۴۰۰، سنن ابوداود: ۴۱۷۳، الترجل، سنن النسائی: ۸/ ۱۵۳، بروایت ابوموسیٰ اشعری، دیکھئے: صحیح سنن ابو داود: ۲/ ۵۳۸۔

غلقا فإذا مرت بالملأ أو بالمجلس قالت به، ففتحته ففاحت ريحه "[1]۔

"بنواسرائیل میں تین عورتیں تھیں (جوایک ساتھ باہر نکلتی تھیں) ان میں دوعورتیں لمبی تھیں جو ازخودنمایاں تھیں البتہ تیسری عورت ناٹے قد کی تھی جوان دونوں کے درمیان چھپ جاتی تھی۔ چنانچہ اس نے لکڑی کے دوپیر بنوائے (جس سے اس کی اونچائی بڑھ گئی) اورایک انگوٹھی بنوائی اوراس میں اچھی سے اچھی خوشبو یعنی مشک بھر دیا اوراس پر ایک ڈھکن لگالیا (پھر جب وہ باہر نکلتی) اورکسی مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے پاس سے گزرتی توانگوٹھی کے ڈھکن کوکھول کر حرکت دیتی، اس طرح اس کی خوشبو پھیلتی (اورلوگوں کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوجاتی، اس طرح یہ تیسری عورت اپنی خوشبو کے ذریعہ مردوں کے لئے فتنہ وفساد کا سامان بنی)"۔

واضح رہے کہ انہیں دلائل کی بنیاد پر اہل علم نے عورتوں کے حق میں بھڑکیلی خوشبو لگا کر باہر نکلنے کوکبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے [2]۔

۶۔مردوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو:

حجاب شرعی کے سلسلہ میں اہل علم نے ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ عورتوں کا لباس وحجاب مردوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو، ان کا جوتا، سینڈل حتیٰ کہ سر کا غطاء (اوڑھنی) مردوں کے مشابہ نہ ہو، ان کا برقعہ مردوں کی شیروانی کے مشابہ نہ ہو [3]۔

---

① مسند احمد: ۳/۴۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۹۹، ۲/۹۹، صحیح ابن حبان: ۵۵۶۴، ۸/۱۵۰، بروایت ابوسعید خدری، دیکھئے: الصحیحہ: ۴۸۶۔

② الزواجر: ۲/۳۷۔

③ اس چیز کو بنیاد بنا کر سعودیہ عربیہ کے بعض علماء نے عورتوں کے اس برقعہ کاناجائز قرار دیا ہے، جو دوحصوں میں اس طرح بٹا ہوا ہے کہ کندھے سے لیکر پیر تک کے لئے ایک جزء اور چہرہ اورسر کے لئے دوسرا جزء، کیونکہ ان کے نزدیک یہ برقعہ مردوں کی بشت کے مشابہ ہے۔ (بشت وہ بڑا کپڑا ہے جسے سعودیہ کی بڑی شخصیات اوپر سے پہنتی ہیں)۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”لیس منا من تشبه بالرجال من النساء ومن تشبه بالنساء من الرجال“[1]۔

”وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں وہ ہم میں سے نہیں ہیں اور جو مرد عورتوں کی مشابہت اختیار کریں وہ بھی ہم میں سے نہیں ہیں“۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

”لعن رسول الله ﷺ الرجل يلبس لبسة المرأة والمرأة تلبس لبسة الرجل“[2]۔

”اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرد کو ملعون قرار دیا ہے جو عورتوں کا سا لباس پہنتا ہے اور اس عورت کو بھی ملعون قرار دیا ہے جو مردوں کا سا لباس پہنتی ہے“۔

۷۔ کافر عورتوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

”من تشبه بقوم فهو منهم“[3]۔

”جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے اس کا شمار انہیں کے ساتھ ہوتا ہے“۔

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما پیلے رنگ کا جوڑا پہن کر خدمت

---

① مسند احمد: ۲/ ۱۹۹، ۲۰۰، بروایت عبداللہ بن عمرو، دیکھئے: جلباب المرأۃ للالبانی، ص ۱۴۲۔

② سنن ابو داود: ۴۰۹۸، اللباس، سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۳، النکاح، مسند احمد: ۲/ ۳۵۵، بروایت ابو ہریرہ، دیکھئے: صحیح سنن ابو داود: ۲/ ۵۲۹۔

③ سنن ابو داود: ۴۰۳۱، اللباس، مسند احمد: ۲/ ۵۰، ۵۱، بروایت عبداللہ بن عمر، دیکھئے: صحیح سنن ابو داود: ۲/ ۵۰۴۔

نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

"إن هذه ثياب الكفار لا تلبسها "[1]۔

"یہ کافروں کا لباس ہے اسے مت پہنو"۔

ان دونوں حدیثوں اور متعدد آیات واحادیث کی روشنی میں علماء کرام نے شرعی حجاب و لباس کی ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ وہ لباس کافر عورتوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو۔ بلکہ یہ حکم صرف کافرہ عورتوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ ایک مومنہ عورت کے لئے کسی فاسق و فاجر عورت کے ساتھ مشابہت بھی جائز نہ ہوگی، چنانچہ برقع، نقاب، اور لباس کے وہ ڈیزائن و کٹنگ جو شریف زادیوں کی پہچان کے بجائے فلمی ایکٹرسوں، ٹی وی اداکاراؤں میں ہو جس میں جسم چھپانے کے بجائے حسن دکھانے کی کوشش ہوتی ہے قطعا صحیح نہ ہوگا۔

مشابہت کے موضوع کو ہم نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "وفاداری و بیزاری" میں واضح کر دیا ہے، اس کتاب کا مطالعہ کئی معنوں میں مفید ہوگا۔

۸۔ لباس شہرت ونمائش نہ ہو:

شرعی لباس و پردہ کے لئے علماء کرام نے ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ وہ لباسِ شہرت و نمائش نہ ہو۔

لباس شہرت کی تعریف علماء یہ کرتے ہیں کہ ایسا لباس جس کے پہننے کا مقصد اپنے آپ کو عام عورتوں سے نمایاں کرنا ہو خواہ وہ عمدہ لباس ہو یا گھٹیا[2]۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

① صحیح مسلم: ۲۰۷۷، اللباس، النسائی: ۸/ ۲۰۳، مسند احمد: ۲/ ۳۲۵، بروایت عبداللہ بن عمرو۔

② نیل الاوطار: ۲/ ۹۴۔

”من لبس ثوب شهرة في الدنيا ألبسه الله ثوب مذلة يوم القيامة ثم ألهب فيه نارا “[1]۔

”یعنی جو شخص دنیا میں شہرت کے خاطر لباس پہنے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا پھر اس میں آگ کو بھڑکا دے گا“۔

یہ حدیث صراحۃً اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ایسا لباس یا برقعہ قطعاً جائز نہیں ہے جس کے پہننے کا مقصد اپنے آپ کو عام عورتوں سے ممتاز کرنا ہو، خواہ یہ تمیز رنگ کے طور پر ہو، کٹنگ کے طور پر ہو یا کسی اور چیز میں۔ بہر صورت حرمت میں داخل ہوگا۔

ثانیاً: پردہ کن مردوں سے:

بالعموم مسلم دنیا میں پردے کی اہمیت ختم ہوتی جا رہی ہے، بلکہ اسے دقیانوسی قرار دیا جا رہا ہے پھر بھی جن گھروں میں کسی حد تک دین سے تعلق قائم ہے ان کے یہاں بھی ایک بہت بڑی غلطی یہ ہوتی ہے کہ بہت سے وہ مرد جو شریعت کی نظر میں اجنبی ہیں اور ان سے پردہ لازمی اور تاکیدی ہے لیکن بعض اجتماعی اور معاشرتی عادات وحاجات کی وجہ سے عورتیں ان سے پردہ نہیں کرتیں یا یہ کہئے کہ نہیں کر پاتیں، بلکہ بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ لاعلمی کی وجہ سے بہت سے مرد وعورت یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ پردہ کے حکم میں یہ لوگ داخل ہی نہیں ہیں، لہٰذا پردے کی کیا ضرورت؟ اس لئے یہاں ان افراد کی وضاحت کردی جا رہی ہے جن سے پردہ نہیں ہے یا جنکے سامنے عورت کا اپنی زینت ظاہر کرنا جائز ہے۔

وہ مرد جن سے پردہ نہیں ہے وہ یہ ہیں:

---

[1] سنن ابوداود: ۴۰۲۹، اللباس، سنن ابن ماجہ: ۳۶۰۶، اللباس، مسند احمد: ۲/ ۹۲، بروایت عبد اللہ بن عمر، دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر: ۲/ ۱۱۱۳۔

۱۔ شوہر۔

۲۔ باپ، اس حکم میں دادا، پردادا بھی داخل ہیں۔

۳۔ بھائی خواہ سگا بھائی ہو یا ماں کی طرف سے یا باپ کی طرف سے۔

۴۔ سسر، اس حکم میں سسر کا باپ بھی داخل ہے۔

۵۔ داماد۔

۶۔ بیٹا، اس حکم میں پوتا وغیرہ بھی داخل ہیں شوہر کا بیٹا بھی یہی حکم رکھتا ہے۔

۷۔ بھتیجا، اس حکم میں بھتیجا اور بھتیجی کی اولاد بھی داخل ہیں۔

۸۔ بھانجا، اس حکم میں بھانجا اور بھانجی کی اولاد بھی داخل ہیں۔

۹۔ چچا۔

۱۰۔ ماموں۔

۱۱۔ نانا۔ (مذکورہ رشتے خواہ نسبی ہوں یا رضاعی دونوں کا ایک ہی حکم ہے)۔

۱۲۔ مسلمان عورتیں یا میل جول کی عورتیں۔

اس شرط سے کافر اور غیر معروف کردار کی عورتیں خارج ہو جاتی ہیں۔ البتہ کافر عورتوں سے پردہ میں وہ سختی نہیں ہے جو سختی اجنبی مردوں سے ہے، یعنی ان کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کھولا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں وارد ہے کہ یہودی عورتیں ان کے پاس آیا کرتی تھیں اور ان کے چہرے اور ہاتھوں وغیرہ کو دیکھا کرتی تھیں۔ البتہ مردوں کو اس کی اجازت نہ تھی [1]۔

---

① دیکھئے: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب کا اردو ترجمہ 'مسلمان عورت کا پردہ' ص ۱۷، ۱۸۔ یعنی نہ محرم رشتہ دار جیسی بے تکلفی اور نہ ہی اجنبی مردوں جیسی احتیاط، بلکہ درمیانی راستہ۔

۱۳۔ وہ نابالغ بچے جو ابھی عورتوں کے پردہ کی باتوں سے واقف نہیں ہیں۔
بہت سے علماء نے اس کی تحدید تقریبا دس سال، بارہ سال رکھی ہے۔یعنی بچہ جب اس عمر کو پہنچ جائے تو اس سے پردہ ضروری ہے۔
۱۴۔ وہ مرد جن کے اندر جنسی شہوت نہ ہو۔خواہ وہ فطری طور پر جنسی شہوت نہ رکھتے ہوں یا کسی دنیاوی مقصد کے لئے۔
۱۵۔ زرخرید غلام۔

اس فہرست میں مذکور مردوں کے علاوہ تمام مرد اجنبی کے حکم میں ہیں اور ان سے پردہ ضروری ہے۔لیکن جہالت، رواج کی مجبوری اور لاپرواہی کی وجہ سے عورتیں عمومی طور پر بعض غیر محرم رشتہ داروں سے پردہ نہیں کرتیں، جیسے ”دیور، جیٹھ، خالو، پھوپھا، بہنوئی وغیرہ“۔ ان رشتہ داروں کے بارے میں لوگ سمجھتے ہیں کہ ان سے پردہ ضروری نہیں ہے، حتیٰ کہ بعض دینی گھرانے اور شریعت کے پابند حضرات بھی اس سلسلہ میں شرعی حدود کے پابند نہیں رہتے، جس کی وجہ سے بہت سے گھرانے اجڑتے اور بگڑتے دیکھے گئے ہیں۔

سچ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ: **”الحمو الموت“**①۔ ”حمو“ موت ہے۔
”حمو“ شوہر کے قریبی رشتہ داروں کو کہتے ہیں۔اس سلسلہ میں تساہل سے کام لینے والے حضرات وخواتین سے گزارش ہے کہ ایک طرف تو وہ اوپر مذکور فرمان نبوی پر غور کریں اور دوسری طرف ان سیکڑوں واقعات سے عبرت حاصل کریں جو ان کے اردگرد پیش آتے ہیں۔

ثالثاً: ہمارے ہندوپاک میں بعض علاقے کی رہنے والی اکثر عورتیں سمجھتی ہیں کہ پردے کا تعلق سسرالی خاندان اور حالت سفر سے ہے، اسی لئے عموماً دیکھا جاتا ہے کہ عورت

---
① متفق علیہ بروایت عقبہ، یہ حدیث گزرچکی ہے۔

جب اپنے میکے میں رہتی ہے تو پردے کا وہ اہتمام نہیں کرتی جو اپنے سسرال میں جا کر کرتی ہے بلکہ میکے میں پاس پڑوس کے گھروں میں آتے جاتے برقعہ اور چادر اوڑھنے کا اہتمام نہیں کرتی بلکہ بعض عورتیں اس میں شرم محسوس کرتی ہیں۔ اسی طرح اپنے چچازاد بھائی، ماموں زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، خالہ زاد بھائی جیسے رشتہ داروں سے پردہ نہیں کرتیں حتیٰ کہ اپنے میکے میں رہتے ہوئے مزدوروں اور غیر مسلم افراد سے بھی پردہ نہیں کرتیں، لیکن جب کسی عورت کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص میرے سسرال سے تعلق رکھتا ہے تو اس سے حد درجہ پردہ کا اہتمام کرتی ہے، بلکہ باعث تعجب یہ ہے کہ بہت سی جاہل عورتیں اپنے جیٹھ اور دیور سے تو پردہ نہیں کرتیں، لیکن اپنے سسر سے مکمل پردہ کرتی ہیں۔

اسی طرح بہت سے مردوں اور عورتوں میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ جس مرد سے بچپن سے پردہ نہیں رہا بڑے ہونے کے بعد بھی اس سے پردہ نہیں ہے۔

یہ تمام تصورات غلط اور جاہلانہ ہیں اور بہت سے گھرانوں کے ویران ہونے کا سبب بنتے ہیں لہٰذا تمام غیر محرموں سے پردہ ضروری ہے، خواہ ہمارے رسم و رواج کیسے ہی رہے ہوں، بات رشتے کی نہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہے، اسی میں حفاظت اور اسی میں نجات ہے۔

رابعاً: اسلام نے عورت کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ بعض رشتہ داروں کے سامنے اپنی زینت کا اظہار کر سکتی ہے، اب سوال یہ ہے کہ اظہار زینت کے حدود کیا ہیں؟

بڑے ہی اختصار کے ساتھ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سلسلہ میں مردوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ **شوہر:** اپنے شوہر کے سامنے عورت اپنی مکمل زینت کا اظہار کر سکتی ہے کیونکہ میاں

بیوی کے درمیان کسی بھی چیز کا پردہ نہیں ہے۔

۲۔ عام محارم کے سامنے عورت اپنی اس زینت کو ظاہر کرسکتی ہے جو کام کاج کے وقت ظاہر کرنا عادتاً ضروری ہوتا ہے۔حسب ضرورت سر، کسی حد تک گلا، کلائیاں اور پنڈلیاں، نیز ان اعضاء میں پہنے ہوئے زیور [1]۔

واضح رہے کہ آج کل ہمارے گھروں میں جو ماڈل اور ڈیزائن کے نام پر عریانیت پائی جارہی ہے کہ عورتیں اپنے جسم کا کافی حصہ بلاضرورت کھلا رکھتی ہیں، یا ایسا لباس پہنتی ہیں جو جسم پر اس قدر تنگ ہوتا ہے کہ مردوں کو فتنہ میں ڈالنے کیلئے کافی ہوتا ہے، ایسے تمام قسم کے لباس کا استعمال کسی طرح جائز نہیں ہے، بلکہ حق یہ ہے کہ آج کل ہمارے معاشرہ میں محارم کے ساتھ زنا کے جو واقعات کثرت سے پیش آرہے ہیں اس کی ایک بہت بڑی وجہ یہی عریانیت اور عورتوں کا اپنی پوشیدہ زینت کا ظاہر کرنا ہے، بالخصوص جن مشترکہ گھروں میں کنوارے مرد موجود ہوں وہاں ایسے فتنے کا شدید خطرہ ہوتا ہے خواہ وہ شرعی محرم ہی کیوں نہ ہوں۔

۳۔ عورت کے سامنے عورت کا اظہار زینت:

اس سلسلہ میں عام تصور یہ ہے کہ عورت کا ستر عورت کے سامنے وہی ہے جو ایک مرد کا دوسرے مرد کے سامنے ہے، یعنی گھٹنے سے لیکر ناف تک۔لیکن یہ تصور صحیح نہیں ہے، کیونکہ قرآن نے جہاں عورتوں کے سامنے اظہار زینت کی اجازت دی ہے اس سے دو بات سمجھ میں آتی ہے۔

اول: عورتوں کو عام نہیں رکھا ہے بلکہ جن عورتوں کے سامنے اظہار زینت کی اجازت ہے وہ

---

① دیکھئے: سعودیہ عربیہ کے مقتدر علماء کی کمیٹی کا فتویٰ، مجلة البحوث الاسلامية، ۲۴/ ۷۵۔

خاص عورتیں ہیں یعنی مسلمان اور میل جول رکھنے والی عورتیں جن کے اخلاق و عادات سے واقفیت ہو۔

دوم: ان مخصوص عورتوں کے سامنے اظہار زینت کی اجازت اسی سلسلہ کلام میں وارد ہے جس میں محارم کے سامنے اظہار زینت کی اجازت ہے۔لہٰذا ایک عورت کو عورتوں کے سامنے اپنی اسی زینت کے اظہار کی اجازت ہوگی جو عام محارم کے سامنے ہے،اس سے بڑھ کر مزید باطنی زینت کا اظہار جیسے سینہ، پیٹ اور ران وغیرہ کا اظہار عام عورتوں کے سامنے بھی جائز نہ ہوگا۔

سعودی عرب کے مقتدر علماء کی کمیٹی کا یہی فتویٰ ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی ایک کیسٹ میں اس موضوع کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور اسی رائے کو راجح قرار دیا ہے۔

ناظرین! پردہ اور اس کی شرائط سے متعلق یہ چند باتیں مختصراً بیان ہوئیں،شرعی پردہ کے لئے ان کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے اور ایسے ہی پردہ کی صورت میں عورت اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کرسکتی ہے۔اور شرعی حدود کے مطابق حکم پر عمل پیرا ہونے میں جسقدر کمی واقع ہوتی جائے گی اس کا دامن عصمت وعفت اسی قدر خطرے سے دوچار ہوتا جائے گا۔

یہ وہ حقائق ہیں جن کا اعتراف آج پردہ کے مخالف حضرات بھی کررہے ہیں، چنانچہ سعودیہ عربیہ کے اردو اخبار ''اردو نیوز'' بروز جمعہ ۲۴ جون ۲۰۰۵ء مین یہ خبر چھپی کی ممبئی یونیورسٹی کی انتظامیہ نے یونیورسٹی میں تہذیب اور شائستگی کو فروغ دینے کے لئے تمام طالبات کو منی اسکرٹس،شرٹس اور دوسرے غیر شائستہ ملبوسات کے استعمال سے منع کردیا ہے اور کہا ہے کہ اس طرح وہ مردوں کی دست درازیوں اور زیادتیوں سے محفوظ رہیں گی۔ممبئی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ''وجے کھوسے'' کا کہنا ہے کہ طالبات کا لباس ایسا ہونا چاہئے کہ اس کو پہن کر

نہ صرف خود شائستہ، مہذب اور متمدن نظر آئیں بلکہ ساتھی طلباء اور اساتذہ کی نظریں بھی نہ بھٹکیں، یونیورسٹی حکام کا کہنا ہے کہ وہ طالبات کو روایتی شلوار قمیص پہننے کا مشورہ دیتے ہیں۔

اسی طرح سعودیہ کے مشہور اخبار ''الریاض'' بروز بدھ مطابق ۲۱/۱۰/۱۴۲۶ھ میں ایک خبر چھپی جس کا عنوان تھا کہ ''بریطانیہ میں رائے شماری کے مطابق زنا بالجبر کی بہت بڑی ذمہ داری عورتوں پر آتی ہے''۔ پھر اس کے تحت لکھا تھا کہ دونوں گروپ کی رائے شماری کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زنا بالجبر کے جو واقعات آئے دن پیش آتے ہیں اس میں قابل ملامت خود عورتیں ہیں، کیونکہ وہ جب نشہ آور مشروبات کا استعمال کرتی ہیں، حیا سوز لباس پہنتی ہیں جن سے ان کے فتنوں کی جگہیں ظاہر ہوتی ہیں تو وہ مردوں کی ہوس کا شکار بنتی ہیں۔

حضرات یہ ہیں وہ اخباری اور میدانی شہادتیں جن میں دو وجہیں بڑے واضح طور پر بیان ہوئی ہیں: اول یہ کہ غیر شائستہ لباس کی وجہ سے عورتیں مردوں کی ہوس کا شکار بنتی ہیں۔ دوم یہ کہ اس کی مکمل ذمہ داری لڑکیوں پر ڈالی گئی ہے۔

البتہ میں یہ کہتا ہوں کہ اس بارے میں سب سے بڑی ذمہ داری والدین اور سرپرستوں پر آتی ہے کہ ان حضرات نے صحیح نہج پر لڑکیوں کی پرورش نہیں کی اور نہ ہی انہیں صحیح تعلیم اور ہدایات سے نوازا اور عفت وعصمت کا درس دیا، اور نہ ہی یہ بتایا گیا کہ عصمت وعفت کے ڈاکو کون کون سے لوگ ہیں، کیونکہ عورتیں فطری طور پر کمزور عقل اور جذباتی ہوا کرتی ہیں، وہ اپنے نفع نقصان کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکتیں۔ لہٰذا اصل ذمہ داران کے والدین اور سرپرست حضرات ہیں نہ کہ لڑکیاں اور عورتیں۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ﴾ [النساء: ۳۴]۔

''مرد عورتوں پر حاکم ونگراں ہیں''۔ (واللہ اعلم)

۷۔ خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں:①

عورتوں کی عصمت وعفت کی حفاظت اور معاشرے کو فواحش ومنکرات سے بچانے کے لئے شریعت نے ایک اصول یہ بھی رکھا ہے کہ عورتیں خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں کیونکہ خوشبو عموماً جنسی شہوت کو ابھارتی اور مردوں کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرتی ہے، خصوصاً بعض قسم کی خوشبوئیں ایسی ہوتی ہیں جو جنسی جذبات کے بھڑکانے کی عجیب تاثیر رکھتی ہیں اور آج کا مادہ پرست ذہن ''عورتوں کی خوشبو'' کے نام سے اسے بازار میں پیش کررہا ہے، اس لئے ایسی ہر عورت پر سخت وعید آئی ہے خوشبو لگا کر باہر نکلتی ہے، چنانچہ حدیث میں ایسی عورت کو زانیہ یعنی زنا کی طرف دعوت دینے والی کہا گیا ہے ②۔ اور مسجد جہاں حاضری کے لئے زینت اختیار کرنے کا حکم قرآن میں ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے مسجد کو پاک صاف اور خوشبو سے معطر رکھنے کا حکم دیا ہے ③، وہاں حاضری کے لئے عورتوں کو خوشبو کے سامنے سختی کے ساتھ روکا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

''إذا خرجت إحداكن إلى المسجد فلا يقربن طيباً ''④۔

---

① شرعی پردہ کے شروط میں جس خوشبو کا ذکر آیا ہے اس سے یہ عام ہے کیونکہ اس کا تعلق خاص حجاب کو معطر کرنے سے ہے، اور یہ موضوع جسم یا عام کپڑوں کو معطر کرنے سے متعلق ہے، اس لئے کسی کو یہ شبہہ نہیں ہونا چاہئے کہ مضمون میں تکرار ہے، اسی پر بعد کے عنوان کو بھی سمجھ لینا چاہئے۔

② سنن ابوداود وغیرہ کے حوالہ سے یہ حدیث گزر چکی ہے۔

③ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں 'محلوں' میں مسجد بنانے، انہیں پاک وصاف رکھنے اور معطر کرنے کا حکم دیا۔

(سنن ابوداود: ۴۵۵، الصلاۃ، سنن ابن ماجہ: ۷۵۸، المساجد، مسند احمد: ۶/ ۲۷۹ دیکھئے: صحیح الترغیب ۱/ ۲۳۱)۔

④ صحیح مسلم: ۴۴۳، الصلاۃ، سنن النسائی: ۸/ ۱۹۰، مسند احمد، ۶/ ۳۶۳، بروایت زینب الثقفیہ۔

”تم میں کی جو عورت مسجد کے لئے نکلے تو وہ خوشبو کے قریب بھی نہ پھٹکے“۔

حضرت موسیٰ بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ایک ایسی عورت کا گزر ہوا جس سے خوشبو پھیل رہی تھی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: اے ”جبار“ کی بیٹی! کیا تو مسجد کا ارادہ رکھتی ہے؟ اس نے جواب دیا جی ہاں! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا: کیا تو نے اس کے لئے خوشبو لگا رکھی ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں میں نے مسجد میں حاضر ہونے کے لئے ہی خوشبو لگایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واپس جاؤ اور غسل کر کے آؤ کیونکہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ:

”ما من امرأة تخرج إلى المسجد تعصف ريحها فيقبل الله صلاة حتىٰ ترجع إلى بيتها فتغسل غسلها من الجنابة “[1]۔

”جو عورت بھی مسجد کے لئے نکلے اور اس نے ایسی خوشبو لگا رکھی ہو جو پھیل رہی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں فرماتا جبتک وہ واپس جا کر جنابت کی طرح (اچھی طرح) غسل نہ کر لے“۔

یہیں سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ جب مسجد میں آنے کے لئے خوشبو کا استعمال جائز نہیں ہے تو بازاروں، پارکوں، عام محفلوں اور دفتروں میں خوشبو لگا کر جانا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

مجھ سے ایک ایسے نوجوان کے بارے میں بتلایا گیا جو اپنی بڑی بہن کے گھر میں رہائش پذیر تھا، اور صبح کو جب کالج جانے لگتا تو اپنی گاڑی سے اپنی نوعمر بھانجی کو بھی اسکول پہنچا دیتا تھا، ایک دن راستے میں شیطان کے ورغلانے سے اس نے بھانجی سے چھیڑ خانی کی، بھانجی

---

[1] سنن ابوداود: ۴۱۷۴، اللباس، سنن ابن ماجہ: ۴۰۰۲، الفتن، مسند احمد: ۲/ ۲۴۶، دیکھئے: الصحیحہ ۱۰۳۱۔

نے واپس آکر یہ قصہ اپنی ماں سے بتلادیا، ماں کو ایک طرف حیرت اور دوسری طرف سخت غصہ آیا کہ اس نوجوان نے کس قدر بے غیرتی اور نمک حرامی کا ثبوت دیا، کیونکہ اولاً تو وہ اس کی بھانجی تھی، دوسرے اس کے گھر میں رہائش پذیر تھا، چنانچہ ماں نے اپنے چھوٹے بھائی کو غیرت وشرم کا حوالہ دے کر کہا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ اپنے گھر میں رکھنے کا تم نے مجھے یہی صلہ دیا؟ اس نوجوان نے جو جواب دیا تھا اس سے ہر ماں باپ کو عبرت حاصل کرنی چاہئے، اس نے کہا کہ اس میں میری کوئی غلطی نہیں ہے، غلطی آپ ماں بیٹی کی ہے کہ جب ہر صبح آپ اسے اچھی طرح سے مزین کر کے اور عمدہ خوشبو لگا کر رخصت کرتی ہیں تو اس کے انجام پر توجہ کیوں نہیں دیتیں؟

۸- اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں:

زینت سے مراد بناؤ سنگھار اور آرائش ہے، جیسے زیور، خوبصورت لباس یا اسی طرح کی باقی چیزیں جن کا استعمال عورتیں اپنے حسن و جمال میں مزید نکھار پیدا کرنے کے لئے کرتی ہیں۔

بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ عورت اگر سادی اور طبعی حالت پر ہے تو اس کی طرف لوگوں کی توجہ کم ہوتی ہے جبکہ دوسری عورت خواہ خوبصورت نہ ہو لیکن اگر اس نے اپنے آپ کو بناوٹی حسن سے مزین کر رکھا ہے تو لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتی ہے، اس لئے شریعت نے عورت کو اظہار زینت سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ ٱلْأُولَىٰ﴾ [الاحزاب: ۳۳]۔

''اور سابق دور جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاتی پھرو''۔

اس آیت میں امہات المؤمنین کو ''تبرج'' سے روکا گیا ہے اور انہیں کے واسطے سے تمام مسلمان عورتوں کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ جس طرح زمانۂ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ نکلتی

تھیں، ان کے چہرے اور سر کھلے ہوتے تھے، ان کے سینے پر دوپٹے کا آنچل نہیں ہوتا تھا ان کا گریبان کھلا اور سینہ کا بالائی حصہ ظاہر رہا کرتا تھا، ان کی پوشیدہ زینتیں ظاہر رہا کرتی تھیں ، اب اسلام کے آجانے کے بعد ایسا نہیں ہونا چاہئے ، بلکہ اگر باہر نکلنا ہے تو آداب پردہ کا لحاظ کر کے ہر قسم کے ظاہری بناؤ سنگھار سے پرہیز کرتے ہوئے نکلنا چاہئے۔

علامہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ تبرج یہ ہے کہ عورت اپنی وہ زینت اور جمال وخوبصورتی جس کا چھپانا واجب ہے ظاہر کرے جس کے دیکھنے سے مردوں کی شہوت ابھرتی ہو[1]۔

اور ایک جگہ ارشاد باری ہے:

﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ۖ﴾ [النور:]۔

''اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں، وہ اپنی زینت نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے: شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے مملوک، زیردست مرد جو شہوت نہ رکھتے ہوں، اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوتے ہوں''۔

---

[1] فتح البیان: ۷/ ۲۷۴۔

اس مذکورہ آیت میں دو قسم کی زینتوں کا ذکر ہے:

۱۔ ایک وہ زینت جس کا چھپانا مشکل ترین کام ہے جیسے کپڑے، راستہ دیکھنے کے لئے آنکھ، لین دین کے لئے ہتھیلی یا چلتے وقت پاؤں وغیرہ۔ اسی حکم میں آنکھوں کا سرمہ، انگلی کی انگوٹھی اور ہاتھ کی مہندی وغیرہ بھی داخل ہے۔

۲۔ وہ زینت جسے صرف محرم مردوں یا زرخرید غلام وغیرہ کے سامنے ظاہر کرنے کی اجازت ہے جیسے کلائی، اور اس کی چوڑیاں، چہرہ اور کان وغیرہ کے زیور وغیرہ۔

جہاں تک پہلی زینت کا تعلق ہے تو اس کا اظہار ایک ناگزیر ضرورت ہے اور شرعی طور پر اس کے ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ ایسے موقعوں پر مردوں کو حکم ہے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اسے بچائیں۔ اور جہاں تک دوسری زینت کا تعلق ہے اجنبی مردوں کے سامنے اس کے اظہار کی اجازت نہیں ہے، وہ اجنبی مرد خواہ عزیز و اقارب ہوں، دوست و ساتھی ہوں یا کوئی اور۔

یہ کسقدر حیرت کی بات ہے کہ بعض عورتیں اپنا چہرہ تو چھپائے ہوتی ہیں لیکن اپنی کلائی اور اس میں پہنا ہوا زیور ظاہر اور لوگوں کو دعوت نظارہ دیتا ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض عورتیں اپنا چہرہ تو چھپائے ہوتی ہیں لیکن وہ برقع اس قدر تنگ ہوتا ہے کہ ان کے انگ انگ خاص کر سینہ اور کمر واضح رہتے ہیں۔ اسی طرح بعض عورتیں اپنے چہرے پر پردہ کئے رہتی ہیں لیکن پیچھے سے ان کی بال صاف ظاہر رہتے ہیں وغیرہ۔ اس طرح بعض عورتیں اپنے چہرے کو چھپائے رکھنے کے باوجود ''اظہار زینت'' کے گناہ کا ارتکاب کرتی ہیں، حالانکہ یہ ایسی اہم چیز ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بسا اوقات صحابیات سے ان باتوں پر بیعت لیا تھا اور انہیں خصوصی حکم دیا تھا کہ اپنی زینت کو ظاہر کرتی نہ پھریں گی۔

چنانچہ مسند احمد میں حضرت امیمہ بنت رقیقہ سے مروی ہے کہ جب وہ اسلام پر بیعت کے لئے خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"أبايعک علی ألا تشرکي بالله شيئاً ولا تسرقي، ولا تقتلي ولدک ولا تأتي ببهتان تفترينه بين يديک و رجليک ولا تنوحي ولا تبرجي تبرج الجاهلية الأولى "[1]۔

"میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، چوری نہ کرنا، اپنے بچوں کو قتل نہ کرنا، اپنے ہاتھوں پیروں کے آگے کوئی بہتان نہ گھڑنا، نوحہ نہ کرنا، اور سابقہ جاہلیت کی سج دھج سے بچنا"۔

۹- پوشیدہ زینت کے اظہار پر پابندی:

پوشیدہ زینت سے مراد ہر ایسی حرکت ہے کہ عورت پردہ یا آڑ میں رہنے کے باوجود مردوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرلے، جیسے زیور کی آواز، سریلی آواز، پازیب اور چوڑیوں کی جھنکار وغیرہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ﴾ [النور:۳۱]۔

"اور زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہوجائے"۔

اس حکم میں ہر وہ حرکت وآواز داخل ہے جس سے مردوں کی توجہ عورتوں کی طرف منتقل ہوجائے جیسے اونچی سینڈل کی آواز، سریلی آواز، زیور کی جھنکار وغیرہ، کیونکہ اس قسم کی ہر آواز

---

① مسند احمد: ۲/ ۱۹۶، معجم الطبرانی الکبیر (مجمع الزوائد: ۶/ ۳۷) بروایت عبداللہ بن عمرو بن العاص، مسند احمد کے محققین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: الصحیحہ ۱۱/ ۴۳۷۔

سے فطری طور پر مردان آوازوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور پھر مختلف قسم کے خیالات و جذبات دل میں انگڑائیاں لینے شروع کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت نے نماز میں امام کو متوجہ کرنے کے لئے عورتوں کو تسبیح کی بجائے تصفیق یعنی ہتھیلی بجانے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"التسبيح للرجال والتصفيق للنساء "[1]۔

"مردوں کو سبحان اللہ کہنا چاہئے اور عورتوں کو ہتھیلی بجانا چاہئے"۔

اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے علماء کا کہنا ہے کہ عورتوں کے لئے اذان واقامت مشروع نہیں ہے اور نہ ہی حج وعمرہ کے موقع پر مردوں کی موجودگی میں وہ آواز سے تلبیہ پڑھے گی۔ قابل غور ہے کہ جب اذان واقامت اور با آواز تلبیہ وغیرہ عورتوں کے لئے مشروع نہیں ہے تو ان کا گانا گانا، غزل پڑھنا، لحن اور سریلی آواز سے لوگوں کے سامنے قرآن پڑھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

۱۰- بغیر محرم کے سفر پر پابندی:

عورت فطری طور پر کمزور، جذباتی اور کم عقل پیدا کی گئی ہے، اس لئے اس کی حفاظت ضروری اور فطری امر ہے، اسی لئے مردوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عورتوں کی حفاظت اور ان کی نگرانی کریں، سچ کہا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ:

"خلق الرجل من الأرض فجعلت نهمته الأرض وخلقت المرأة من الرجل فجعلت نهمتها في الرجل فاحبسوا نساء كم "[2]۔

---

[1] صحیح البخاری: ۱۲۰۵العمل فی الصلاۃ، صحیح مسلم: ۴۲۲الصلاۃ بروایت ابو ہریرہ۔

[2] شعب الایمان للبیہقی: ۲۲۱/۱۰۔

''اللہ تعالیٰ مرد کو زمین سے پیدا کیا اور اس کی خواہش وحاجت اس میں رکھ دی اور عورت کو مرد سے پیدا کیا اور عورت کی حاجت وخواہش مرد کے اندر رکھ دی، لہٰذا تم عورتوں کو روکے رکھو اور اس کی حفاظت کرو''۔

عورت کی حفاظت اور اس کی عصمت وعفت کی حفاظت کے پیش نظر اسلام نے تاکیدی حکم دیا ہے کہ کوئی عورت بغیر ایسے محرم کے سفر نہ کرے جو اس کی حفاظت کر سکتا ہو اور اس کے جذبات کے سامنے روک بن سکتا ہو، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''لاتسافر المرأة إلا مع ذي محرم ولا يدخل عليها إلا و معها محرم''[1]۔

''کوئی بھی عورت کسی محرم کے بغیر سفر نہ کرے اور کسی عورت کے پاس اس کے گھر میں اسوقت تک داخل نہ ہوا جائے جب تک اس کا محرم نہ ہو''۔

اور ایک روایت میں ہے کہ:

''لا يخلون رجل بامرأة ولا تسافر امرأة إلا ومعها ذو محرم''[2]۔

''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے اور نہ ہی کوئی عورت بغیر اپنے محرم کے سفر پر نکلے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان سنکر ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میری بیوی حج کے لئے جارہی ہے اور مجھے ایک غزوہ میں جانے کے لئے نامزد کردیا گیا ہے (اب میں کیا کروں؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

① صحیح البخاری: ۱۸۶۲، جزاء الصید، صحیح مسلم: ۱۳۴۱، الحج بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔
② صحیح البخاری: ۳۰۰۶، الجہاد، صحیح مسلم: ۱۳۴۱، الحج بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

جاؤاپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

ایک اورحدیث میں یہ حکم مزید تاکید کے ساتھ بیان ہواہے،ارشادنبوی ہے:

"لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر مسيرة يوم وليلة إلا ومع ذي محرم من أهلها "[1]۔

''جوعورت اللہ اور یوم آخرت پرایمان رکھتی ہواس کے لئے جائزنہیں کہ وہ ایک رات دن کا سفربغیرکسی محرم کے کرے''۔

اس طرح کی بہت ساری حدیثوں میں عورت کوبغیرمحرم کے سفرکرنے سے روکا گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ایک طرف جہاں عورت کی عصمت وعفت کی حفاظت ہوسکےاوراسے انسانی بھیڑیوں کے حملے سے محفوظ رکھا جاسکے وہیں دوسری طرف یہ مقصد ہے کہ خوداس کا قدم نہ بھٹکنے پائیں کہ جذبات میں آکرکوئی ایسا قدم اٹھالے جواس کے اہل خانہ کے لئے عار وشنارکاسبب بنے۔

ناظرین! اس حکم اسلامی سے روگردانی کانتیجہ ہے کہ آج دنیا میں چاروں طرف ایسے حادثات کثرت سے پیش آرہے ہیں کہ کوئی عورت سفرپرگئی تو واپس نہیں آئی، کسی کے ساتھ زنابالجبرکا واقعہ پیش آیا، پچھلے سال راجستھان کے مشہورشہرجودھپورمیں ایک جرمنی عورت کے ساتھ زنا بالجبرکا واقعہ پیش آیا، یہ عورت اپنے ملک سے تن تنہا سیاحت کی غرض سے ہندوستان آئی ہوئی تھی، جے پورکی سیاحت کے بعدوہ جودھپورآرہی تھی، اسٹیشن پراترکراس نے رکشا کیا، رکشاڈرائیوراسے ہوٹل لیجانے کی بجائے اپنے کسی ساتھی کے ساتھ اسے کسی

[1] موطأامام مالک:۷/۹۰اص ۶۹۴،مسنداحمد:۲/۲۳۶،بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما۔

غیر آباد جگہ لے گیا جہاں دونوں نے ملکر اس کے ساتھ زنا بالجبر کیا[1]۔

ضلع کانپور گوبند نگر کچی مڈیا کی رہنے والی ایک لڑکی جھانسی شہر میں اپنے کسی رشتہ دار سے ملکر جھانسی پیسنجر ٹرین سے کانپور جارہی تھی کہ راستے میں اسے دو بھائی دیپک اور منی لال نامی ملے، دونوں بھائیوں نے اسے دھوکہ دیکر بھیم سین اسٹیشن پر اتار لیا اور اپنے گھر لے گئے، جہاں دونوں نے باری باری اس کے ساتھ زنا کیا، یہ سلسلہ کئی دنوں تک جاری رہا، بالآخر وہ لڑکی کسی طرح وہاں سے نکل کر بھاگی اور اپنے گھر گوبند نگر پہنچی[2]۔

پہنچی تو لیکن کب؟ جب اپنا سب کچھ لٹا چکی تھی۔

یہ صرف دو واقعے نہیں ہیں، بلکہ اخبارات اور میگزین پڑھنے والے حضرات روزآنہ ہی ایسی خبریں پڑھتے رہتے ہیں، اس وقت بھی میرے سامنے متعدد ایسے واقعات اور کئی اخبار کے تراشے موجود ہیں جن سے عورتوں اور ان کے نگراں حضرات کی اس غلطی کا احساس ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض واقعات ایسے بھی سامنے آتے ہیں کہ اکیلے سفر کرنے والی عورتیں راستے میں غیر مردوں سے عشق و معاشقہ بھی شروع کردیتی ہیں جس کا نتیجہ گھر کی بدنامی یا بربادی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ اسی حکم میں ہر وہ نکلنا داخل ہے جہاں عورت کی حمایت کی ضرورت ہو خواہ وہ سفر طویل ہو یا مختصر، یا صرف اکیلے سیر و تفریح کے لئے نکلنا ہو، بلکہ ایسے سچے واقعات کو میں نے اپنے بعض دروس کا موضوع بھی بنایا ہے، جیسے کیسٹ ''قصہ اور عبرت''۔

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ متعلقہ احادیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس سلسلہ میں

---

① جریدۃ الریاض: ۱۳/مئی ۲۰۰۵ء۔

② انوکھی سچی کہانیاں: ص ۲۵، عدد ۷۴، سال پانچواں، ۲۰۰۶ء۔

وارد احادیث جو بظاہر مختلف ہیں [1] لیکن اصل مقصد یہ ہے کہ ہر ایسا سفر جو عورت کے لئے غیر مامون ہو اور اس کے لئے فتنہ کا خوف ہو اس سفر کے لئے بغیر محرم کے نکلنا جائز نہ ہوگا [2]۔

۱۱۔ نرم وشیریں بات سے پرہیز:

اس سے مراد یہ ہے کہ عورت کسی اجنبی مرد سے بات کرتے ہوئے ایسے نرم وشیریں لہجہ یا ایسی لوچ دار آواز استعمال نہ کرے جو بات کو طول دینے کا جواز دیتا ہو، بلکہ اسے چاہئے کہ حسب ضرورت بولے اور بولنے میں بھی اس کے لہجہ میں سختی اور روکھا پن ہو، تاکہ اس سے بات کرنے والا شخص دل میں کسی غلط تمنا کو جگہ نہ دے اور صرف ضروری بات پر ہی اکتفا کرے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿يَـٰنِسَآءَ ٱلنَّبِىِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ ٱلنِّسَآءِ ۚ إِنِ ٱتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِٱلْقَوْلِ فَيَطْمَعَ ٱلَّذِى فِى قَلْبِهِۦ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا﴾ [الاحزاب: ۳۲]۔

''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو تو نرم لہجہ میں بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برائی خیال کر لے، اور ہاں تم قاعدے کے مطابق کلام کرو''۔

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا مودودی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

① حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ کا اشارہ ان احادیث کی طرف ہے جن میں سے بعض میں تین دن کے سفر کا ذکر ہے، کسی میں ایک دن رات کے سفر کا ذکر ہے اور بعض میں صرف ایک دن کا ذکر ہے اور بعض میں ایک ''برید'' کی مسافت کا ذکر ہے' ان احادیث کے لئے دیکھئے: جامع الاصول ۵/ ۲۴، ۲۵، ۲۶، حدیث نمبر: ۳۰۱۰ تا ۳۰۱۴۔

② التمہید لابن عبد البر: ۲۱/ ۵۵۔

یعنی ضرورت پیش آنے پر کسی مرد سے بات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن ایسے مواقع پر عورت کا لہجہ اور انداز گفتگو ایسا ہونا چاہئے کہ جس سے بات کرنے والے مرد کے دل میں کبھی یہ خیال تک نہ گزر سکے کہ اس عورت سے کوئی اور توقع بھی قائم کی جاسکتی ہے، اس کے لہجہ میں کوئی لوچ نہ ہو، اس کی باتوں میں کوئی لگاوٹ نہ ہو، اس کی آواز میں دانستہ کوئی شیرینی گھلی ہوئی نہ ہو جو سننے والے مرد کے جذبات میں انگیخت پیدا کردے اور اسے آگے قدم بڑھانے کی ہمت دلائے، اس طرز گفتگو سے متعلق اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ یہ کسی عورت کو زیب نہیں دیتا جس کے دل میں خدا کا خوف اور بدی سے پرہیزگاری کا جذبہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یہ فاسقات وفاجرات کا طرز کلام ہے نہ کہ مومنات ومتقیات کا۔

آگے مزید لکھتے ہیں:

اب ذرا یہ سوچنے کی بات ہے کہ جو دین عورت کو غیر مرد سے بات کرتے ہوئے بھی لوچدار انداز گفتگو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اسے مردوں کے سامنے بلاضرورت آواز سے بھی روکتا ہو، کیا وہ کبھی اس کو پسند کرسکتا ہے کہ عورت اسٹیج پر آکر گائے ناچے، بھاؤ بتائے اور ناز ونخرے دکھائے، کیا وہ اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ ریڈیو پر عورت عاشقانہ گیت گائے اور سریلے نغموں کے ساتھ فحش مضامین سنا سنا کر لوگوں کے جذبات میں آگ لگائے[1]۔

حضرات! آج کے بقلم خود و بزبان خویش مہذب بنے لوگوں کو یہ بات عجیب معلوم ہوگی کہ عورت کسی مرد سے جب بات کرے تو سوکھے لہجے میں بات کرے، غیر ضروری بات نہ کرے، ایسا کیوں؟ لیکن ایسے لوگوں کو یقین رکھنا چاہئے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے

---

① تفہیم القرآن: ۴/ ۸۹، ۹۰۔

عورتوں کولوچدار آواز سے منع فرمایا ہے تو اس میں بہت بڑی حکمت ضرور پوشیدہ ہے خواہ وہ حکمت ہماری سمجھ میں آرہی ہو یا ہماری سمجھ سے باہر کی چیز ہو۔ نیز خود اللہ تعالیٰ اس کی بعض حکمتوں کی طرف اشارہ بھی فرمادیا ہے، وہ یہ کہ بیمار دل لوگ اس شیریں گفتگو سے آگے بڑھ کر کسی اور چیز کے متمنی نہ ہو جائیں۔

ہمارے ان بھائیوں کو اس بات پر تعجب ہے تو اس کی ایک طبعی وجہ یہ ہے کہ بعض وہ برائیاں جو عام ہو جاتی ہیں، اور آہستہ آہستہ دل ومزاج اس کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کی قباحت لوگوں کے دلوں سے ختم ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ عام لوگ اسے برائی نہیں سمجھتے، بلکہ بسا اوقات کبائر ومہلکات کے مرتکب حضرات بھی لوگوں کو برے نہیں لگتے۔ بعینہ یہی حالت اس وقت نماز چھوڑنے، عورت کا بے پردہ گھومنے، اجنبی مردوں سے کھلے عام گفتگو کرنے اور عورتوں کی برہنہ تصویر، ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اوران سے بات کر کے لذت اندوز ہونے کی ہے کہ عام لوگوں کو یہ احساس بھی نہیں رہتا کہ ہم کوئی غیر شرعی کام کر رہے ہیں۔

لیکن ایک سچے مسلمان کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ عالم الغیب والشہادۃ کا ہر حکم حکمت پر مبنی اور انسان کے لئے اس پر عمل باعث خیر وبرکت ہے، نیز بسا اوقات ایسے حادثات پیش آجاتے ہیں جو انسان کو چاروناچار یہ ماننے پر مجبور کر دیتے ہیں کہ یہ الٰہی فیصلہ اپنی جگہ بالکل حق اور مبنی بر حکمت ہے، چنانچہ ہم جہاں رہتے ہیں اسی قریب میں ایک بار کسی عورت نے دیکھا کہ اس کا کوئی غیر محرم رشتہ دار لڑکا کسی لڑکی سے چھیڑ خانی کر رہا ہے، اس نے براہ نصیحت اسے ٹیلیفون پر منع کیا اور اس گندے فعل کے برے انجام سے ڈرایا، لڑکے نے بھی اپنی غلطی کا اعتراف کیا، اس عورت کا شکریہ ادا کیا اور یہ بھی کہا کہ میرے سامنے ایک مشکل مسئلہ ہے، اگر کسی سے پوچھ کر اسے حل کر دیں تو آپ کی بڑی مہربانی ہوگی، چنانچہ اس طرح ان دونوں

میں ٹیلیفون پر باتوں کا سلسلہ شروع ہوا اور وہ محترمہ بھول گئیں کہ:

إذا رأيت نيوب الليث بارزة　　　فلا تظنن أن الليث يبتسم

یعنی اگر تم شیر کے دانت کو کھلا دیکھو تو یہ نہ سمجھو کہ شیر مسکرا رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس طرح دونوں کے باہمی تعلقات بڑھتے گئے جس کی ابتدا خالص خاندانی، دینداری اور اخلاص پر مبنی تھی۔ لیکن اب وہ محترمہ جو ناصح کی حیثیت سے سامنے آئی تھیں اور جس چیز سے اس لڑکی کو بچانا چاہتی تھیں اسی میں خود مبتلا ہو گئیں، نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں اس غلط کام میں مبتلا ہو گئے جس کے لئے شریعت نے لوچدار آواز میں بات کرنا اور اجنبی مرد سے بات کو طول دینے سے منع فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ کہ کسی بھی اجنبی شخص سے گفتگو کی جو حدود شرع نے رکھی ہے اس سے تجاوز کرنا خطرے کی گھنٹی ہے، اور اس حدود میں رہنا عصمت وعفت کی حفاظت ہے۔

۱۲۔ غیر محرم کو ہاتھ لگانے یا چھونے سے پرہیز:

فواحش ومنکرات پر روک تھام کے لئے شریعت نے ایک پابندی یہ رکھی ہے کہ کسی مرد کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی غیر محرم عورت کو چھوئے اور ہاتھ لگائے، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

”لأن يطعن في رأس أحدكم بمخيط من حديد خير له من أن يمس امرأة لا تحل له “[1]۔

”کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھو دینا اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں ہے“۔

---

[1] معجم الطبرانی الکبیر: ۲۰/ ۲۱۲، بروایت معقل بن یسار، دیکھئے: الصحیحۃ ۲۲۶۔

واضح رہے کہ جو چوٹ یا تکلیف سر کے جس قدر قریب ہوگی اسی قدر اس میں تکلیف شدید تر ہوگی اور پھر سر میں بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں اگر سوئی بھی چبھ جائے تو موت واقع ہوسکتی ہے، گویا کہ مفہومِ حدیث یوں بنا کہ شدید ترین تکلیف برداشت کرلو، موت کا خطرہ قبول کرلو لیکن کسی غیر محرم عورت کو ہاتھ مت لگاؤ۔

اس حدیث اور دوسرے دلائل کی بنیاد پر ائمۂ اربعہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ غیر محرم عورت سے مصافحہ جائز نہیں ہے [1]۔

قابل غور مقام ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جو ہر قسم کی ظاہری و باطنی خوبیوں کا مجموعہ تھے، ہر قسم کے گناہ سے پاک اور معصوم برحق تھے آپ کا بھی یہ معمول رہا ہے کہ آپ نے کبھی کسی اجنبی عورت کو ہاتھ نہیں لگایا، چنانچہ آپ کے حالات سے سب سے زیادہ باخبر ذات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ یہ آیت پڑھ کر عورتوں سے زبانی بیعت لیتے {لا يشركن بالله شيئاً} [2]۔ اور آپ کے دست مبارک نے کبھی

---

① المرأة المسلمة المعاصرة لاحمد بابطين: ص ۴۲۲۔

② عائشہ رضی اللہ عنہا کا اشارہ سورۃ الممتحنہ کی درج ذیل آیت کی طرف ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِٱللَّهِ شَيْـًٔا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَٰنٍ يَفْتَرِينَهُۥ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِى مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُنَّ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [آیت: ۱۲]۔

”اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا کاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو نہ مارڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑلیں، اور کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی، تو آپ ان سے بیعت کرلیا کریں اور ان کے لئے مغفرت طلب کریں، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا معاف کرنے والا ہے۔

کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا،الا یہ کہ وہ عورت آپ کی ملکیت (وزوجیت) میں ہو[①]۔

حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں چند عورتوں کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کے لئے حاضر ہوئی، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ سے اس بات پر بیعت کرتی ہیں کہ ہم شرک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہیں لائیں گی، چوری نہ کریں گی، اور کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی۔ حضرت امیمہ کہتی ہیں کہ جب ہم نے یہ الفاظ دہرائے تو آپ نے فرمایا: ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ لو "**فیما استطعن و أطقن**" جہاں تک تمہارا بس چلے گا اور تمہارے لئے ممکن ہوگا۔ یہ سن کر ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہمارے لئے خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں۔ اتنا ہو جانے کے بعد ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ اپنا دست مبارک پھیلائیں تاکہ (مردوں کی طرح مصافحہ کرکے) ہم بھی آپ سے بیعت کریں، لیکن آپ نے ارشاد فرمایا:

"**إني لا أصافح النساء إنما قولي لمائة امرأة كقولي لامرأة واحدة**"[②]۔

"میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا، میرا ایک عورت سے بات کرنا گویا سو عورتوں سے بات کرنا ہے (عورتوں سے میں صرف زبانی عہد لیتا ہوں)"۔

ایک اور صحابیہ حضرت عقیلہ بنت الحارث بیان کرتی ہیں کہ میں اور میری ماں فریرہ چند مہاجرہ عورتوں کے ساتھ خدمت نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئیں۔ جس وقت ہم نے آپ سے بیعت کی اس وقت آپ مقام ابطح میں خیمہ زن تھے،

---

① صحیح البخاری: ۷۲۱۴، الاحکام، صحیح مسلم: ۱۸۶۶، الامارۃ۔

② مسند احمد: ۶/ ۳۵۷، سنن الترمذی: ۱۵۹۷، سنن النسائی: ۷/ ۱۵۷، دیکھئے: الصحیحۃ ۵۲۹۔

آپ نے ہم سے آیت: {ألا تشركن بالله} کے مطابق بیعت لی، جب ہم نے ان باتوں کا اقرار کرلیا اور بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لا أمس أيدي النساء"۔

"میں عورتوں کا ہاتھ نہیں چھوتا"، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لئے مغفرت کی دعا کی اور یہی ہماری بیعت تھی[1]۔

خلاصہ یہ کہ اجنبی عورتوں سے مصافحہ اور ان کا چھونا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ بھی زنا کا پیش خیمہ اور مقدمہ ہے، کتنی ہی ایسی شریف زادیاں ہیں جو زنا کی غلاظت میں چھونے اور پکڑنے ہی سے پڑی ہیں، کتنے ہی ایسے گھر ہیں جو چھونے اور بوس و کنار ہی کے ذریعہ برباد ہوئے ہیں۔ اب ایسے واقعات کو ذکر کرکے میں موضوع کو طول نہیں دینا چاہتا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلم معاشرہ کو زنا اور فواحش سے پاک صاف رکھے، اور ان اسباب سے بھی محفوظ رکھے جو زنا کی سیڑھی بنتے ہیں۔ ہر مسلمان کی عزت کی حفاظت فرمائے، بچوں اور بچیوں کو والدین کا مطیع اور ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔

آخر میں اکبر الہ آبادی رحمہ اللہ کی ایک نظم پر جو لڑکیوں اور ان کی تعلیم و تربیت سے متعلق ہے اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس حقیر سی کوشش کو قبول فرمائے اور میرے والدین کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین۔

والحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات، والصلاة والسلام على نبينا محمد۔

مقصود الحسن فیضی

الغاط - سعودی عرب۔

---

[1] معجم الطبرانی الاوسط: ۷/ ۱۲۸، حدیث (۶۲۲۵)، معجم الطبرانی الکبیر: ۲۴/ ۳۴۲، دیکھئے: صحیح الجامع: ۲/ ۱۲۰۵۔

لڑکیوں کی تربیت

تعلیم عورتوں کو بھی دینی ضرور ہے — لڑکی جو بے پڑھی ہو تو وہ بے شعور ہے

حسن معاشرت میں سراسر فتور ہے — اور اس میں والدین کا بے شک قصور ہے

ان پر یہ فرض ہے کہ کریں کوئی بندوبست — چھوڑیں نہ لڑکیوں کو جہالت میں شاد و مست

لیکن ضرور ہے کہ مناسب ہو تربیت — جس سے برادری میں بڑھے قدر و منزلت

آزادیاں مزاج میں آئیں نہ تمکنت — ہو وہ طریق جس میں ہو نیکی و مصلحت

ہر چند ہو علوم ضروری کی عالمہ — شوہر کی ہو مرید تو بچوں کی خادمہ

مذہب کے جو اصول ہوں اسکو بتائے جائیں — باقاعدہ طریق پرستش سکھائے جائیں

اوہام جو غلط ہوں وہ دل سے مٹائے جائیں — سکے خدا کے نام کے دل میں بٹھائے جائیں

عصیاں سے محترز ہو خدا سے ڈرا کرے — اور حسن عاقبت کی ہمیشہ دعا کرے

تعلیم خوب ہو تو نہ آئے گی دام میں — خالق پہ لو لگائے گی وہ اپنے کام میں

خیرات سے ہی ہو گی غرض خاص و عام میں — اسکو سکھایا جائے یہ واضح کلام میں

اچھا برا جو کچھ ہے خدا ہی کے ہاتھ ہے — نیکی اگر کرے گی تو فطرت بھی ساتھ ہے

تعلیم ہے حساب کی بھی واجبات سے — دیوار پر نشاں تو ہیں واہیات سے

یہ کیا زیادہ گن نہ سکے پانچ سات سے — لازم ہے کام لے وہ قلم اور دوات سے

گھر کا حساب سیکھ لے خود آپ جوڑنا — اچھا نہیں ہے غیر پہ یہ کام چھوڑنا

کھانا پکانا جب نہیں آیا تو کیا مزا — جوہر ہے عورتوں کے لئے یہ بہت بڑا

لندن کے بھی رسالوں میں میں نے یہی پڑھا
وقت آپڑے تو گاڑھے گزی میں بھی عذر کیا
سینا پرونا عورتوں کا خاص ہے ہنر
عورت کے دل میں شوق ہے اس بات کا اگر
کسب معاش کو بھی یہ فن ہے کبھی مفید
سب سے زیادہ فکر ہے صحت کی لازمی
کھانے بھی بے ضرر ہوں صفا ہو لباس بھی
تعلیم کی طرف ابھی اور اک قدم بڑھیں
پبلک میں کیا ضرور کہ جا کرتنی رہو
داتا نے دھن دیا ہے تو دل سے غنی رہو

مطبخ سے رکھنا چاہئے لیڈی کو سلسلہ
گھر کے لئے طعام پزی میں بھی عذر کیا
درزی کی چوریوں سے حفاظت پہ ہو نظر
کپڑوں سے بچے جاتے ہیں گل کی طرح سنور
اک شغل بھی ہے دل کے بہلنے کی بھی امید
صحت نہیں درست تو بے کار زندگی
آفت ہے ہو جو گھر کی صفائی میں کچھ کمی
صحت کے حفظ کے جو قواعد ہیں وہ پڑھیں
تقلید مغربی پہ عبث کیوں ٹھنی رہو
پڑھ لکھ کے اپنے گھر میں ہی دیوی بنی رہو

(کلیات اکبر، ص ۵۴۶-۵۴۸)

ضمیمہ (۱)

یہ چند سطور ایک محترمہ کے استفسار پر لکھی گئی تھیں جنھیں چہرے کے پردے سے متعلق کچھ شبہات تھے، افادۂ عامہ کے لئے بطور ضمیمہ اس کتابچہ میں شامل کر دیا جا رہا ہے۔

استفسارات

۱۔ عورت کا چہرہ حجاب میں داخل ہے یا نہیں؟

۲۔ الف: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ام ہانی سے کیا رشتہ تھا؟

ب: کیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بے نقاب آیا جایا کرتی تھیں؟

۳۔ کیا حضرت اسماء آخر وقت تک بغیر چہرے کا پردہ کئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آیا کرتی تھیں؟

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ بنت قیس کو عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے یہاں عدت گزارنے کا حکم کیوں دیا؟

جوابات:

سوال: عورت کا چہرہ حجاب میں داخل ہے یا نہیں؟

جواب: یہ مسئلہ علماء کے نزدیک مختلف فیہ رہا ہے۔ بعض اہل علم چہرے کا چھپانا پردے میں داخل سمجھتے ہیں اور بعض کے نزدیک چہرے کا چھپانا افضل ضرور ہے لیکن واجب نہیں۔ ہر فریق کے اپنے اپنے دلائل ہیں اور دونوں فریق نے حق تک پہنچنے کی غرض سے اپنے اپنے موقف کی تائید میں قرآن وسنت سے دلائل پیش کئے ہیں۔ اللہ سے دعاء ہے کہ حق پانے والے کو دوہرا اجر اور غلطی کرنے والے کو ایک اجر دے (آمین)۔

ناچیز نے دونوں فریقوں کے دلائل کا مطالعہ کیا ہے اور جو رائے قرآن وسنت اور عمل صحابہ کے نزدیک تر محسوس ہوئی ہے اسے آپ کے سامنے اختصار کے ساتھ رکھ رہا ہے۔ البتہ تفصیل کے لئے

درج ذیل کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، مولانا مودودی کی کتاب ''پردہ'' مولانا عبدالسلام بستوی کی کتاب ''اسلامی پردہ'' شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی کتاب جس کا ترجمہ راقم سطور نے کیا ہے، ''مسلمان عورت کا پردہ اور لباس نماز'' علامہ محمد بن صالح العثیمین کا رسالہ ''الحجاب'' جس کا اردو ترجمہ بازار میں دستیاب ہے، اور مولانا عبدالرحمن کیلانی کی کتاب ''احکام ستر وحجاب'' لیکن یہ واضح رہے کہ مولانا مودودی اور مولانا عبدالرحمن کیلانی کی ذکر کردہ بعض جزویات قابل قبول نہیں۔

قرآن وسنت اور علماء کے اقوال کے مطالعہ کے بعد میرے نزدیک راجح مسلک یہ ہے کہ چہرہ اور دونوں ہاتھ پردہ کے حکم میں داخل ہیں جس کی وجوہات درج ذیل ہیں (واضح رہے کہ جو مقام چہرے کے پردے کا ہے وہ دونوں ہاتھ کا نہیں)۔

۱۔ قرآن مجید کی بعض آیات پوری صراحت کے ساتھ پردے کا حکم دیتی ہیں اور اللہ ورسول کا ہر حکم واجب کا درجہ رکھتا ہے الا یہ کہ کسی دوسری دلیل سے اس کا وجوب منسوخ ثابت ہو۔ اور تا وقت تحریر کوئی ایسی دلیل میری نظر سے نہیں گزری جو صحیح وصریح ہو، اس کی تاویل کی گنجائش نہ ہو اور اس سے اس وجوبی حکم کو خاص یا منسوخ کیا جا سکے۔

پہلی آیت: اللہ تبارک وتعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات سے متعلق مسلمانوں کو تعلیم دے رہا ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ﴾ [الاحزاب: ۵۳]۔

''جب تم ان سے کوئی چیز طلب کرو تو پردہ کے پیچھے سے طلب کرو''۔

غور کریں کہ اگر چہرہ کا پردہ واجب نہیں ہے تو پردے کے پیچھے سے مانگنے کا کیا معنیٰ رہ جاتا ہے؟ اس آیت میں ازواج مطہرات سے کسی چیز کے طلب کرنے کو ''پردہ کی اوٹ'' سے مقید کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ چہرہ کھول کر لوگوں کے سامنے آنا یا انہیں کوئی چیز دینا جائز نہیں۔ واللہ اعلم۔

بعض اہل علم نے اس آیت کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حکم اللہ کے رسول کی بیویوں کے ساتھ خاص

تھا۔لیکن سوال یہ ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ بلکہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات جو ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک تھیں اور عام مسلمان ان کے بارے میں احترام و تعظیم کا ایسا عظیم جذبہ رکھتے تھے جو عام عورتوں کے بارے میں نہیں ہوسکتا۔تو جب ازواج مطہرات کے بارے میں یہ حکم ہے تو عام عورتیں تو اس حکم پر عمل کی بدرجۂ اولیٰ حق دار ہیں جس کی مزید وضاحت درج ذیل آیت کرتی ہے۔

۲۔ اسی سورۂ احزاب میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزۡوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ يُدۡنِينَ عَلَيۡهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّۚ ذَٰلِكَ أَدۡنَىٰٓ أَن يُعۡرَفۡنَ فَلَا يُؤۡذَيۡنَۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورٗا رَّحِيمٗا﴾ [الاحزاب:۵۹]۔

”اے نبی ﷺ اپنی بیویوں اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکایا کریں۔اس سے بہت جلد وہ پہچان لی جائیں گی پھر وہ ستائی نہ جائیں گی۔اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے“۔

اس آیت میں صرف ازواج مطہرات کو ہی نہیں بلکہ عام مسلمان عورتوں کو بھی یہ حکم ہے کہ وہ اپنی چادروں کو اوپر سے لٹکالیں جس کی عملی شکل وہی بنتی ہے جسے ہماری زبان میں گھونگھٹ نکالنا کہتے ہیں،جس سے چہرے کا عمومی حصہ بلکہ پورا حصہ چھپا رہتا ہے اور نظر نیچی کر کے چلنے سے سامنے کا راستہ بھی نظر آتا رہتا ہے۔

اس لئے حق یہ ہے کہ یہ آیت چہرہ کا پردہ ہونیکے حکم میں بالکل صریح ہے جسکا اعتراف تمام اہل علم کرتے ہیں۔

ان آیات قرآنیہ کے علاوہ بکثرت احادیث سے چہرے کے پردے کا ثبوت ملتا ہے۔چنانچہ:
آیت حجاب نازل ہونے کے بعد صحابیات رضوان اللہ علیہن کا معمول بھی یہی رہا ہے کہ صرف ازواج مطہرات ہی نہیں بلکہ عام مسلمان عورتیں بھی اجنبی مردوں سے اپنا چہرہ چھپایا کرتی تھیں۔

چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

الف: حادثۂ افک میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں واپس آکر اپنی جگہ بیٹھ گئی، اس درمیان مجھے نیند آئی اور سو گئی، ادھر صفوان بن معطل السلمی رضی اللہ عنہ جو لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے جب صبح کے وقت میرے پاس پہنچے تو ایک سوئے ہوئے آدمی کا وجود دیکھ کر میری جانب بڑھے اور مجھے دیکھ کر پہچان گئے، کیونکہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھ چکے تھے۔ ان کے "**إنا لله و إنا إليه راجعون**" کہنے سے میں بیدار ہو گئی۔ چہرے کو اپنی چادر سے چھپا لیا (یعنی چہرہ کا پردہ کر لیا)۔ (بخاری و مسلم)۔

ب: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آیت: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾ [النور:۳۱]۔ نازل ہوئی تو مسلمان عورتوں نے اپنے ازار کو پھاڑ کر اسے اوڑھنی بنا لیا (اور اس سے اپنے چہروں کو ڈھک لیا)۔ (بخاری، ابوداود، فتح الباری ۸/ ۴۹۰)۔

واضح رہے کہ بعض صحیح روایات میں مسلمان عورتوں خصوصاً انصار کی عورتوں کے اس عمل کو "اعتجار" سے تعبیر کیا گیا ہے (دیکھئے: فتح الباری ۸/ ۴۹۰)۔ اور مشہور محدث ابن الاثیر نے اعتجار کی تفسیر اپنی کتاب غریب الحدیث میں اس طرح کی ہے: "اپنے عمامہ یا چادر کو اپنے سر پر لپیٹ کر اس کے ایک حصہ کو چہرے پر لٹکا لینا "اعتجار" کہلاتا ہے"۔ (النھایۃ فی غریب الروایۃ ۳/ ۱۸۵)۔

دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ حکم الٰہی کی تعمیل میں مسلمان عورتوں نے فوراً غیر محرم مردوں سے اپنے چہرے کو چھپا لیا۔

ج: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم لوگ حالت احرام میں ہوتے جب قافلے ہمارے سامنے سے گزرتے تو ہم اپنی چادر کو اپنے چہرے پر لٹکا لیتے اور جب قافلے گزر جاتے تو ہم اپنا چہرہ کھول لیتے۔ (مسند احمد: ۶/ ۳۰، سنن ابوداود، ۱۸۳۳، المناسک، سنن ابن ماجہ ۲۹۳۵، المناسک)۔

اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ عہد نبوی میں جو حجاب رائج تھا اس میں

چہرے کا چھپانا بھی شامل تھا۔فضیلۃ الشیخ صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”**ابراز الحق والصواب في مسألة السفور والحجاب** “ (ص ۴۷ تا ۵۲) میں ایسی بارہ حدیثیں نقل کی ہیں جن سے چہرے کے پردے کا ثبوت ملتا ہے۔

۳۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ میری معلومات کی حد تک کتب حدیث میں کوئی ایسی ایک بھی حدیث نہیں ہے جو اپنے معنیٰ میں صریح ہو، سند کے لحاظ سے صحیح بھی ہو اور اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو جس سے چہرے کے پردہ کے عدم وجوب پر استدلال کیا جا سکے۔اس سلسلہ میں جتنی حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں یا تو وہ صحیح نہیں ہیں، یا پھر اپنے معنیٰ میں صریح نہیں ہیں، یا پھر ان میں تاویل کی گنجائش ہے، جس کی مثالیں آگے آرہی ہیں۔ میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ کہنا چاہوں گا کہ عصر حاضر میں چہرےکے پردہ کے عدم وجوب پر جتنے لوگوں نے لکھا ہے میرے نزدیک ان میں سب سے زیادہ ذی علم اور قابل احترام شخصیت علامہ البانی رحمہ اللہ کی ہے، حتیٰ کہ حدیث کی تصحیح وتضعیف میں کافی حد تک میں خود علامہ رحمہ اللہ ہی پر اعتماد کرتا ہوں (جس نے میری تالیفات کا مطالعہ کیا ہے وہ اس کی گواہی دے گا) لیکن البتہ اندھی تقلید نہیں۔علامہ رحمہ اللہ کی جو کتابیں حجاب سے متعلق ہیں خواہ وہ ”**حجاب المرأة المسلمة**“ کے نام سے ہو یا ”**جلباب المرأة المسلمة**“، اس کا ہم نے ایک سے زائد بار مطالعہ کیا ہے، لیکن علامہ رحمہ اللہ کے پیش کردہ دلائل پر دل مطمئن نہیں ہے، بلکہ بسا اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس موضوع پر علامہ رحمہ اللہ بے جا تکلف سے کام لے رہے ہیں۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات کو بلند کرے اور تمام مسلمانوں اور خصوصاً اہل حدیثوں کی طرف سے اللہ انہیں بہتر بدلہ عطا فرمائے (آمین)۔

۴۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ چہرہ ہی انسانی خوبصورتی کا اصل مظہر ہے کسی بھی مرد وعورت کی خوبصورتی کا اندازہ اس کے چہرے ہی سے لگایا جاتا ہے۔اور یہ بھی مشاہدہ میں ہے کہ کسی بھی ایسی عورت کی طرف نظریں نہیں اٹھتیں جو مکمل پردہ کا التزام کئے ہو۔اور عورت شرعی پردہ سے جس قدر عاری ہوتی

ہے اس کی طرف انسانی نظریں خاص کر للچائی نظریں اٹھتی دکھائی دیتی ہیں۔اس لئے عقل کا بھی تقاضہ ہے کہ چہرے کو پردے کے حکم میں شامل کیا جائے۔ واللہ اعلم۔

دوسرا سوال:

الف: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ام ہانی سے کیا رشتہ تھا؟

ب: کیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بے نقاب آیا جایا کرتی تھیں؟

جواب: پہلے جزو کا جواب یہ ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچا زاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سگی بہن تھیں، ان کا نام ''فاختہ'' بتایا جاتا ہے۔فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئیں۔فتح مکہ سے فارغ ہونے کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے گئے اور آٹھ رکعت چاشت کی نماز پڑھی۔جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔(یہ حدیث کتب ستہ میں موجود ہے، دیکھئے: جامع الاصول ۶/ ۱۱۰، ۱۱۱) ۵۰ھ کے لگ بھگ ان کا انتقال ہوا۔

دوسرے جزو کا جواب یہ ہے کہ میری معلومات کی حد تک کسی بھی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنا چہرہ کھول کر آیا کرتی تھیں اور وہ بھی آخری وقت تک ان کا یہ معمول تھا۔یہ بات قطعاً قابل قبول نہیں ہے، معلوم نہیں کس دلیل کی بنیاد پر ایسا کہا جارہا ہے! ایسا محسوس ہوتا ہیکہ لوگوں نے یہ جملہ مولانا مودودی رحمہ اللہ کی تفسیر سے لیا ہے، کیونکہ مولانا نے اپنی تفسیر میں کچھ ایسا ہی لکھا ہے۔حالانکہ دلائل سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔مولانا مودودی نے سنن ابی داود کی درج ذیل حدیث کا حوالہ دیا ہے۔اسے آپ کے سامنے رکھتے ہیں جس پر آپ خود بھی غور کر سکتے ہیں۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں جانب بیٹھ گئیں اور ام ہانی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں جانب بیٹھ گئیں۔اتنے میں ایک بچی ایک برتن لے کر آئی جس میں پینے کی کوئی

چیز تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پی کر باقی ماندہ شربت ام ہانی کو دیدیا، جسے وہ پی گئیں پھر کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تو روزے سے تھی اور افطار کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا کوئی قضا روزہ پورا کر رہی تھیں؟ انہوں نے جواب دیا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی نفلی روزہ ہے تو توڑ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (سنن ابی داوٗد، ح ۲۴۵۶، کتاب الصوم)۔

یہ ہے وہ حدیث جس کی طرف اشارہ کر کے مولانا مودودی یہ بات ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ''آخری وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہوتی رہیں اور کم از کم منہ اور چہرے کا پردہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبھی نہیں کیا'' (تفہیم القرآن، ۳/۳۸۹)۔

اس استدلال پر چند اعتراضات:

۱۔ سنن ابی داود میں یہ حدیث جس سند اور سیاق میں مروی ہے وہ ضعیف ہے، کیونکہ:

الف: اس حدیث کی سند میں ایک راوی یزید بن ابی زیاد ہے جو علماء حدیث کے نزدیک ضعیف ہے اور وہ عقیدۃً شیعہ ہے۔ (دیکھئے: تقریب التہذیب، ص ۱۰۷۵)۔

ب: یہ واقعہ فتح مکہ کے دن کا بیان ہوا ہے جبکہ مورخین کے نزدیک یہ بات مسلمہ ہے کہ حضرت ام ہانی فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئیں (سیر اعلام النبلاء ۲/۳۱۲)۔ پھر وہ جس دن مسلمان ہوئیں اس دن روزہ رکھنے اور وہ بھی نفلی روزہ رکھنے کا کیا سوال بنتا ہے؟ اسی طرح اسلام لانے کے پہلے ہی دن انہیں ستر وحجاب کے مسائل کیسے سمجھائے جا سکتے ہیں؟

۲۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس وقت ام ہانی نفلی روزے سے تھیں جبکہ فتح مکہ رمضان المبارک میں پیش آیا ہے اور ایک مقیم کے لئے رمضان المبارک میں نفلی روزے رکھنے کا سوال کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟

۳۔ اس حدیث میں کہیں یہ صراحت نہیں ہے کہ حضرت ام ہانی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنے چہرے کو کھولے ہوئے آئی تھیں؟

۴- علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی جو علمی تحقیق پیش کی ہے اس کے مجموعے سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کسی موقع سے اللہ کے رسول ﷺ ام ہانی کے گھر تشریف لے گئے۔ انہوں نے ضیافت میں کوئی پینے کی چیز پیش کی جسے پی کر آپ ﷺ نے برتن حضرت ام ہانی کو واپس کر دیا، برتن میں بچا ہوا شربت حضرت ام ہانی پی گئیں، پھر کہنے لگیں کہ اللہ کے رسول ﷺ میں روزے سے تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نفلی روزہ رکھنے والا شخص اپنے روزے کو پورا کرنے اور توڑ دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ (دیکھئے علامہ البانی کی صحیح ابوداؤد، ۷/ ۲۱۵، ۲۱۹)۔

اس حدیث کو پڑھ کر ہر شخص غور کر سکتا ہے کہ اس میں نہ تو یہ ذکر ہے کہ ام ہانی آپ ﷺ کے سامنے بے پردہ حاضر ہوئی تھیں اور نہ ہی آپ کے پہلو میں بیٹھ کر بات چیت اور کھانے پینے میں مشغول تھیں، بلکہ حدیث میں مذکور صورت حال تو پردہ کی حالت میں بھی پیش ہو سکتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ کسی بھی صحیح حدیث میں مذکور نہیں ہے کہ حضرت ام ہانی آخر وقت تک آپ ﷺ کے سامنے چہرہ کا پردہ کئے بغیر آتی جاتی تھیں۔ نیز یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ حضرت ام ہانی فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئیں اس وقت آپ ﷺ اپنی عمر کے ساٹھ سال پورے کر چکے تھے۔ اب اگر اس کے بعد کسی موقع سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں (اور اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ اس وقت ام ہانی اپنے چہرے کو کھولے ہوئے تھیں) تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ دو جوان عمر چچازاد بھائی بہن وغیرہ کو یہ اجازت ہو کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر بے تکلف باتیں کریں اور مطبخ وغیرہ میں خلوت وجلوت کی پروا کئے بغیر آئیں جائیں! شریعت اس کی اجازت ہرگز نہیں دیتی، بلکہ مذکورہ واقعہ سے صرف اس قدر گنجائش نکالی جا سکتی ہے کہ اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو چچازاد بھائی یا ماموں زاد بھائی وغیرہ کے سامنے عورت شرعی حدود کو برقرار رکھتے ہوئے (یعنی کم ازکم چہرہ پر نقاب یا گھونگٹ ڈالے ہوئے) بعض ضروری باتیں کر سکتی ہے اور انہیں چائے وغیرہ پیش کر سکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

تیسرا سوال: تیسرے سوال کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جو حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا کی بہن اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سالی تھیں، کیا آخر وقت تک بغیر چہرہ کا پردہ کئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آیا کرتی تھیں؟

جواب: یہ سوال بھی مولانا مودودی رحمہ اللہ کی تفسیر میں مذکور بعض ضعیف اور مجمل حدیثوں کی بنیاد پر ماخوذ نتیجے سے متاثر ہو کر کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ مولانا لکھتے ہیں کہ "بکثرت احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسماء بن ابی بکر رضی اللہ عنہما جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سالی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہوتی تھیں اور آخر وقت تک آپ کے اور انکے درمیان کم از کم چہرے اور ہاتھ کا کوئی پردہ نہ تھا۔ حجۃ الوداع نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے چند مہینے پہلے کا واقعہ ہے اور اس وقت بھی حالت یہی تھی۔ (ملاحظہ ہو ابوداود، کتاب الحج، باب المحرم یؤدب غلامہ، (تفہیم القرآن، ۳/۳۸۸))۔

حق یہ ہے کہ مولانا کی یہ بہت بڑی بھول ہے اور ان کا یہ دعویٰ قطعاً بے بنیاد ہے۔ پہلے پہل میں وہ حدیث نقل کر دینا چاہتا ہوں جس کا حوالہ مولانا مودودی نے دیا ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کے لئے نکلے، جب مقام عرج میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نزول فرمایا اور ہم لوگ بھی ٹھہر گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں بیٹھیں اور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سامان سفر ایک ہی اونٹ پر ان کے ایک غلام کے ساتھ تھا، الحدیث۔

اس حدیث سے مولانا کا استدلال ہے کہ حضرت اسماء اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چہرہ کھول کر بیٹھی تھیں۔ حالانکہ اولاً تو یہ حدیث ضعیف ہے جس کا سبب محمد بن اسحاق کا مدلس ہونا ہے۔ اس لئے کہ حافظ منذری لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق ہیں (عون المعبود، ۵/۲۶۴) نیز صحیح ابن خزیمہ جو علامہ البانی کی نظر ثانی کے بعد چھپی ہے، اس کے محقق لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے، کیونکہ ابن اسحاق نے اس حدیث کو "عن فلان" کے صیغہ سے بیان کیا ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ ۴/ ۱۹۸)۔

علامہ البانی نے صحیح سنن ابوداود میں اس حدیث کی ایک اور سند کا ذکر کیا ہے لیکن اس سند میں دو راوی ضعیف ہیں۔ ایک راوی عیسیٰ بن معمر ضعیف اور دوسرے راوی محمد بن عمرو اقدی جھوٹے ہیں، اس لئے یہ کسی بھی طرح پہلی سند کو تقویت نہیں دے سکتی۔ واللہ اعلم۔

ثانیاً: اس حدیث میں کہیں یہ اشارہ موجود نہیں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اس وقت اپنے چہرے کو کھول کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور ہر شخص جانتا ہے کہ سفر کے موقع پر ایک ساتھ سفر کرنے والے خاندان اس طرح ایک دوسرے کے قریب بیٹھتے ہیں، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے ساتھ سفر کرنے والی یا بیٹھنے والی عورتیں اپنے چہرے اور منہ کو کھولے ہوئے بھی ہوں۔ بلکہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ ایسے موقعوں پر شرعی پردہ کا اہتمام بڑی آسانی سے ہوسکتا ہے۔

مولانا لکھ رہے ہیں کہ بکثرت احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آخر وقت تک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے درمیان کوئی پردہ نہیں تھا جبکہ مجھے تو دو چار ایسی حدیثیں بھی نظر نہیں آئیں جن میں اس صورت حال کا ذکر ہو۔ اور اگر زیر بحث جیسی حدیثوں سے استدلال ہے تو وہ کسی بھی طرح چہرے کے کھلے رکھنے کی دلیل نہیں ہیں اور نہ ہی حدیثوں میں کہیں باریک اشارہ ہے کہ حضرت اسماء اپنے چہرے کو کھول کر بیٹھتی تھیں۔ اس سلسلہ میں جو حدیث سب سے واضح اور کھلی دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہے وہ درج ذیل ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک بار حضرت اسماء اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت ان کے جسم پر ایک باریک سا کپڑا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس (چہرے) اور اس کے (گٹے تک دونوں ہاتھوں کے) علاوہ جسم کا کوئی اور حصہ نظر آئے۔ (سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ۳۴)۔

جو حضرات چہرے کے پردے کے قائل نہیں ہیں وہ اس حدیث کو بڑے زور دار انداز میں پیش کرتے ہیں، حالانکہ کئی اعتبار سے یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی۔

(۱) یہ حدیث ضعیف ہے، اہل علم نے تین وجوہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے:

الف: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے راوی کا نام خالد بن دریک ہے اور حضرت عائشہ سے ان کی ملاقات نہیں ہے، اس لئے امام ابوداود رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ خالد بن دریک کی ملاقات حضرت عائشہ سے نہیں ہے۔ (سنن ابوداود، ۴/ ۲۵۸)۔

ب: اس حدیث کو خالد بن دریک سے قتادہ نے روایت کیا ہے اور قتادہ سے روایت کرنے والے راوی سعید بن بشیر ہیں اور سعید بن بشیر کو علماء فن نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب۔ ص ۳۷۴)

ج: ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت حضرت اسماء جواں عمر تھیں، خالص اسلامی ماحول میں پرورش ہوئی تھی، اس لئے یہ بہت ہی غیر معقول بات ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایسا حیاء سوز لباس پہن کر آجائیں۔

(۲) اگرچہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے متعدد وجوہ سے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے لیکن نفسِ قصہ یعنی حضرت اسماء کے اس قدر باریک لباس پہن کر خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہونے کے ضعیف ہونے کا اقرار کیا ہے، جیسا کہ اس حدیث سے متعلق جلباب المراۃ ص میں جو تحقیق پیش کی ہے اس سے ظاہر ہے۔

(۳) اگر اس واقعہ کو سچ مان بھی لیا جائے تو اس واقعہ کی کوئی تاریخ مذکور نہیں ہے نہ مذکورہ حدیث میں اور نہ ہی کسی اور...... یہ واقعہ پردے کی آیت کے نزول سے پہلے کا ہے یا بعد کا۔ کیونکہ خود حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ وہ حالت احرام میں اپنے چہرے کا پردہ اجنبی

مردوں سے کرتی تھیں۔ (مستدرک الحاکم ۱ر۴۵۴)

قصہ مختصر یہ ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے متعلق نہ تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ آخر وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے چہرے اور ہاتھ کو چھپائے بغیر آتی تھیں اور نہ ہی یہ ثابت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیتِ حجاب نازل ہونے کے بعد انہیں اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کھلا رکھنے کی اجازت دی، نہ ہی اپنے سامنے اور نہ ہی عام لوگوں کے سامنے۔ واللہ اعلم!

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ بنتِ قیس کو عبداللہ بن ام مکتوم کے یہاں عدت گذارنے کا حکم کیوں دیا؟

جواب: ان صحابیہ کا نام فاطمہ بنتِ قیس رضی اللہ عنہا ہے۔ بڑی مشہور صحابیہ ہیں اور اوّلین مہاجرات میں ان کا شمار ہے۔ جس قصہ سے متعلق آپ نے سوال کیا ہے وہ کتبِ حدیث میں کچھ اس طرح ہے کہ ان کی شادی ابوحفص بن عمرو نامی ایک صحابی سے ہوئی تھی۔ لیکن دونوں کا آپس میں نباہ نہ ہوسکا، اس لئے ان کے شوہر نے انہیں طلاق دے دی۔ اور جب آخری طلاق دی تو اس وقت وہ مدینہ منورہ میں موجود نہیں تھے، بلکہ یمن کی طرف جہاد پر گئے ہوئے تھے۔ اسی لئے انہوں نے ایک صحابی کے ذریعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خرچ کے لئے کچھ سامان بھیجا جو حضرت فاطمہ کو معمولی محسوس ہوا، اس لئے اس کی شکایت لے کر وہ خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور اپنے خرچ کا مطالبہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چونکہ اب تمہیں آخری طلاق دی گئی ہے اس لئے تمہیں اپنے شوہر سے نفقہ لینے کا حق پہنچتا ہے اور نہ ہی رہائش کا، کیونکہ نفقہ و سکنیٰ اس عورت کا حق ہوتا ہے جس سے اس کا شوہر عدت کے اندر رجوع کرسکتا ہے، اس لئے تم ایسا کرو کہ حضرت اُمّ شریک کے یہاں منتقل ہو جاؤ اور وہیں عدت کے ایام پورے کرو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ سوچ کر فرمایا کہ اُمّ شریک ایسی عورت ہے کہ ان کی سخاوت کی وجہ سے صحابہ کا بکثرت آنا جانا رہتا ہے۔ تمہارے لئے وہاں پردے کا التزام مشکل ہوگا۔ مجھے خطرہ ہے کہ اگر تم نے کبھی اپنی چادر

اتاری تو کوئی تمہیں اس حال میں دیکھ لے گا اور یہ تمہیں ناگوار گذرے گا۔ اس لئے اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن اُم مکتوم کے یہاں عدت گزارو۔ وہ نابینا آدمی ہیں۔ اگر وہاں تم نے اپنی چادر اتار کر رکھ بھی دی تو وہ تمہیں دیکھ نہ سکیں گے اور جب تمہاری عدت ختم ہوجائے تو تو اپنے بارے میں جلدی سے کام نہ لینا بلکہ ہمیں مطلع کرنا۔ الی آخر القصۃ۔

یہ قصہ صحیح مسلم سنن ابی داود اور مسند احمد وغیرہ میں تفصیل سے مروی ہے۔

یہ ہے اس قصہ کا ابتدائی حصہ جس سے متعلق آپ نے سوال کیا ہے، لیکن یہ واضح نہیں ہے کہ آپ اس قصہ سے متعلق کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں؟ شاید آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس حدیث سے بھی لوگوں نے اس پر استدلال کیا ہے کہ چہرہ کا چھپانا پردہ میں داخل نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس قصہ سے کچھ اس طرح استدلال کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ ام شریک کے یہاں تمہاری چادر یعنی دوپٹہ گرجائے گا تو کوئی تمہیں دیکھ لے گا۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ اگر سر پر دوپٹہ ہو اور چہرے پر کچھ نہ ہو تو اس کا دیکھنا جائز تھا۔ (دیکھئے: جلباب المرأۃ، ص٦٦)۔

لیکن اس استدلال میں کتنا وزن ہے اس کا اندازہ آپ لگا سکتے ہیں۔ اس حدیث کا تعلق چہرہ کے پردے یا عدم پردہ سے دور کا بھی نہیں ہے، بلکہ صورت حال یہ تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت فاطمہ کو اولاً ام شریک رضی اللہ عنہا کے یہاں عدت گزارنے کے لئے کہا، لیکن جب یہ سوچا کہ ام شریک کی مالداری اور سخاوت اور لوگوں پر کثرت سے خرچ کرنے کی وجہ سے ان کے پاس لوگوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا تھا جس کی وجہ سے ایک جوان عورت کا وقت گزارنا مشکل تھا، اس لئے انہیں ایک ایسی عورت کے پاس عدت گزارنے کا حکم دیا جس کا شوہر اولاً تو انہی کے خاندان سے تھا اور ثانیاً آنکھ کی بینائی سے محروم تھا۔ اور واضح رہے کہ ایسے گھر میں عورت آزادی کے ساتھ بغیر حجاب کا لحاظ رکھے بھی رہ سکتی ہے۔ یہ ہے اصل قصہ۔ واللہ اعلم

ضمیمہ (۲)

مسلم لڑکیاں غیروں کے ساتھ۔ مجرم کون؟

آج چند سالوں سے آئے دن اخبارات میں پڑھنے اور سننے میں یہ خبریں آرہی ہیں کہ فلاں لڑکی اپنے اہل خانہ کی رضامندی کے بغیر اپنے ایک شناسا کے ساتھ گھر سے نکل گئی۔ بلکہ معاملہ اب تو اس قدر آگے بڑھ گیا ہے کہ مسلمان لڑکیاں اپنے غیر مسلم ساتھی، عاشق اور دوست کے ساتھ نکل جارہی ہیں۔ ابھی چند دن پہلے مسلمانوں کے اجتماعی و دینی معاملات میں دلچسپی رکھنے والے ایک صاحب علم نے اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ میرے رہائشی شہر کے قریب ایک صنعتی شہر میں 200 سے زائد مسلمان لڑکیوں نے غیر مسلموں سے شادی کرلی ہے۔ اور اس سے بھی کربناک و افسوسناک خبر یہ کہ حیدرآباد کی ایک اعلی تعلیم یافتہ شکل وصورت کی مالک دولت مند باپ کی 24 سالہ بیٹی ایک موچی ذات کے 40 سالہ ہندو سے عشق و معاشقہ کے بعد شادی کرلیتی ہے۔ اور جب اس شادی کو رسمی شکل دینے کی بات آئی تو اس تقریب میں اس لڑکی کا نام نہاد مسلمان باپ اپنے پچاس سے زائد رشتہ داروں کے ساتھ بڑی گرم جوشی سے شرکت کرتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی خبریں جو آئے دن اخبارات کی زینت بن رہی ہیں اس امر کی عکاسی کررہی ہیں کہ موجودہ دور میں مسلمان نہ صرف اپنا دین واخلاق بلکہ اپنا تشخص بھی کھوتے جارہے ہیں۔

ہماری لڑکیوں کی اس بے راہ روی میں بعض اسلام دشمن تنظیموں کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اس سلسلے میں غیر مسلم تنظیمیں کس قدر سرگرم ہیں اس کی ایک جھلک آل انڈیا مسلم پرنل لا بورڈ کے سکریٹری مولانا محمد عمرین کی ایک رپورٹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

وہ لکھتے ہیں: " پچھلے سال چند ایسے ہی روح فرسا واقعات کی وجہ سے اس عاجز نے اس پورے مسئلے پر اپنے طور پر تحقیق کی، اور اپنے بعض احباب کو بھی اس کام پر لگایا۔ اس کے جو نتائج

سامنے آئے وہ حیران کن بھی تھے اور انتہائی تشویش ناک بھی! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب سے ان باتوں کو لکھوں۔

(1) باضابطہ ایسے ہندو جوانوں کی ایک ٹیم تیار کی گئی ہے، جن کا کام ہی محبت کے نام پر مسلمان لڑکیوں کو تباہ و برباد کرنا ہے۔ یہ لوگ پہلے ہمدردی کے نام پر کسی مسلمان لڑکی سے قریب ہوتے ہیں، پھر محبت کا فریب دیتے ہیں، اور شادی کا وعدہ کرتے ہیں، اور پھر جنسی استحصال کا مرحلہ شروع ہوجاتا ہے اور جب وہ لڑکی عفت وعصمت کا گوہر لٹا چکتی ہے اور اس لڑکے سے شادی کا اصرار کرتی ہے تو پھر کورٹ میں کورٹ میرج کی درخواست دی جاتی ہے۔ میرے علم کے مطابق ایک مہینے کے بعد اس درخواست پر عمل درآمد ہوتا ہے۔

(2) اس سے آگے کی شکل یہ ہے کہ محبت کے فریب میں پھنسا کر اور جذباتی طور پر اپنے آپ سے قریب کر کے ''ترک مذہب'' پر آمادہ کیا جاتا ہے اور باضابطہ شادی کر کے چند مہینے یا سال بھر ساتھ میں رکھا جاتا ہے، اس کے بعد آئے دن کے جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں، چونکہ اس شادی کی وجہ سے یہ لڑکی اپنے خاندان اپنے سماج سے بالکل کٹ چکی ہوتی ہے، اس لیے اب واپسی کے دروازے بند ہو چکے ہوتے ہیں، اس لیے اسی ''شوہر'' کے ساتھ رہنا اس کی مجبوری ہے۔ جس سے فائدہ اٹھا کر وہ شوہر اپنی اس بیوی سے جسم فروشی کرواتا ہے یا پھر طلاق دے کر در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیتا ہے۔

(3) اس گھناونے کھیل کا سب سے بڑا اور کھلا میدان کالجس ہیں، جہاں کی مخلوط تعلیم نے اس کھیل کے لیے بہترین اور محفوظ اسٹیج فراہم کیا ہے، کتنے غیر مسلم لڑکے ہیں جن کو فرقہ پرست تنظیموں کی طرف سے اچھی اردو سکھانے اور بہترین اردو شاعری کی تعلیم دینے کا انتظام کیا گیا ہے۔ مسلمان لڑکی کو دام فریب میں پھنسانے کے لیے وہ اس ہنر کا بھی استعمال کرتے ہیں، اور کچی عمر کی جوان لڑکیاں بہت جلد اس ہتھکنڈے سے متاثر ہو کر ان کی آغوش میں چلی جاتی ہیں، اور پھر یہی

بے حیائی انہیں ارتداد کی شاہراہ تک پہونچا دیتی ہے۔ العیاذ باللہ!

کالج کے علاوہ ٹیوشن کلاسیس بھی اختلاط، بے حیائی اور پھر دین وایمان سے محرومی کا ذریعہ بن رہی ہیں، پڑھنے والے طلبہ تو شکاری بنے ہی ہوئے ہیں، پڑھانے والے ٹیچرس اور پروفیسرس بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھورہے ہیں، ایسے واقعات بھی سامنے آچکے ہیں کہ کسی ٹیچر نے نوٹس دینے کے بہانے گھر بلایا اور پھر ورغلا کر یا زبردستی اس لڑکی کے ساتھ غلط حرکتیں کیں اور خفیہ طریقے سے اس کا ویڈیو بنالیا اور بعد میں وہی ویڈیو دکھا کر اس لڑکی کو بلیک میل کرنے کا سلسلہ شروع کردیا گیا۔

(4) جو مسلمان لڑکیاں دینی ذہن یا گھر کی تربیت کی وجہ سے کچھ محتاط ہوتی ہیں، ان کو قابو میں لانے کے لیے دوسری غیر مسلم لڑکیوں کا سہارا لیا جاتا ہے، وہ لڑکیاں اس لڑکی سے دوستی کرتی ہیں اور پھر وہ اپنے بھائی یا دوست کی حیثیت سے غلط قسم کے لڑکوں سے ان کا تعارف کراتی ہیں، اور پھر بات بڑھتے بڑھتے بے حیائی، یا ارتداد تک پہونچتی ہے۔

(5) موبائیل اور زیراکس کی دوکانوں کے ذریعے بھی مسلمان لڑکیوں کے نمبر اور ان کی تصویریں اور دوسری معلومات ان لڑکوں تک پہونچائی جارہی ہے، جو اس کام پر لگے ہوئے ہیں، ویسے بھی سوشل میڈیا کے ذریعے مسلمان لڑکیوں تک پہنچنا آسان ہوگیا ہے، مسلمان بن کر بھی بعض غیر مسلم لڑکے مسلمان لڑکیوں سے فیس بک وغیرہ پر دوستی کرتے ہیں، اور جب بات آگے بڑھ جاتی ہے اور ملاقاتیں شروع ہوجاتی ہیں اور یہ راز کھلتا ہے کہ ''محبوب'' مسلمان نہیں ہے غیر مسلم ہے، تب تک بہت دیر ہوچکی ہوتی ہے۔

(6) مسلمان لڑکیوں کو ورغلانے اور دام فریب میں پھنسانے کے لیے روپئے پیسے کا بھی بے دریغ استعمال کیا جارہا ہے، کئی علاقوں سے یہ خبر مل چکی ہے کہ بڑے قیمتی تحفے مسلمان لڑکیوں کو دیئے جاتے ہیں اور ان کے ذریعے ان کے دل میں جگہ بنائی جاتی ہے، اسی طرح ہمدردی کا ہتھیار بھی استعمال کیا جاتا ہے، کسی ذریعہ سے اگر معلوم ہوگیا کہ یہ لڑکی پریشان ہے، یا اس کے گھر کے

حالات اچھے نہیں ہیں یا پھر یہ کہ اس کے گھر کے لوگ اس پر توجہ نہیں دیتے ہیں تو فوراً ''بھیڑ کی کھال'' اوڑھ کر کوئی بھیڑیا سامنے آجاتا ہے اور مصنوعی ہمدردی کا ڈرامہ رچاتا ہے اور پریشانیوں اور مشکلات سے جوجھ رہی لڑکی اسے اپنا ہمدرد سمجھ کر اس کے قریب ہوتے جاتی ہے۔ یہاں تک کہ عفت وعصمت کا گوہر لٹا بیٹھتی ہے یا پھر فریب محبت میں گرفتار ہو کر دین وایمان تک سے محروم ہو جاتی ہے۔juh urdu newsاختصار کے ساتھ

ان خبروں سے مسلمان، خصوصا نوجوان اور بالاخص دیندار نوجوان گہرے قلق واضطراب کے شکار نظر آرہے ہیں، بہت سے قومی غیرت رکھنے والے کالم نویس اخبارات میں اپنے رنج والم اور غم وغصہ کا اظہار بھی کر رہے ہیں۔ کوئی اسے آر ایس ایس کی سازش کا نام دے رہا ہے، کوئی لڑکی کو موردِ الزام ٹھہرا رہا ہے، اور کچھ لوگ شادی بیاہ سے متعلق معاشرہ میں پائی جانے والی غیر ضروری رسم و رواج کو بیماری کا اصل سبب بتلا رہے ہیں۔

یہ ساری باتیں اپنی جگہ صحیح و مسلم ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ آر ایس ایس کا ایجنٹ ان لڑکیوں تک کیسے پہنچا؟ ان لڑکیوں نے ایسا باغیانہ قدم کیوں اٹھایا؟ اور ایسے ظالمانہ رسم ورواج کو معاشرہ نے وجوب کی حیثیت کیوں دی؟

دانستہ یا نادانستہ سارے لوگ ان وجوہات سے چشم پوشی کرتے نظر آرہے ہیں اور اگر کوئی اس طرف توجہ دیتا بھی ہے تو اپنے مضمون کے بالکل آخر میں اور بڑے دبے الفاظ میں اس کا ذکر کرتے نظر آتا ہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ قوم کے غیور و دانشور حضرات اصل سبب کو تلاش کریں، آر ایس ایس کے بجائے حقیقی مجرم کون ہے؟ اس کی نشاندہی کریں اور لڑکیوں کے ایسے باغیانہ قدم اٹھانے پر کیا شرعی احکام مترتب ہوتے ہیں اسے واضح کریں، تاکہ مرض کا صحیح علاج کیا جاسکے۔ بصورتِ دیگر ﴿لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ﴾[الانفال:42]

''تا کہ جو ہلاک ہو دلیل پر ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی دلیل پر [حق کو پہچان کر] زندہ رہے''۔

برائی کا اصل سبب کیا اور حقیقی مجرم کون؟

یہاں یہ بات بھی سوچنے اور غور کرنے کی ہے کہ اس خرابی اور مصیبت کا اصل سبب کیا ہے اور اس بارے میں جرم کا ٹھیکرا کس کے سر پھوڑنا چاہیئے۔

اسباب:

پہلا سبب: میری ناقص معلومات میں اس برائی کا ایک بہت بڑا سبب دین کی کمی اور مسلم گھرانوں میں دینی ماحول کا فقدان ہے، آج ہمارے بچے یہ نہیں جانتے کہ ان کے مسلمان ہونے کا معنی کیا ہے؟ ہم مسلمان کیوں ہیں؟ ہم میں اور کافر میں کیا بنیادی اور حقیقی فرق ہے؟ انہیں معلوم نہیں ہے کہ ایک مسلمان بشرط اسلام اللہ کا ولی ہوتا ہے اور کافر بحالت کفر اللہ کا، اللہ کے رسول کا اور مسلمانوں کا دشمن ہے: ﴿إِنَّ ٱلۡكَٰفِرِينَ كَانُواْ لَكُمۡ عَدُوّٗا مُّبِينٗا﴾ [النساء: 101] ''یقین مانو! کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں''۔ ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمۡ أَوۡلِيَآءَ تُلۡقُونَ إِلَيۡهِم بِٱلۡمَوَدَّةِ وَقَدۡ كَفَرُواْ بِمَا جَآءَكُم مِّنَ ٱلۡحَقِّ﴾ [الممتحنۃ: 1] ''اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناو، تم تو ان کی طرف دوستی سے پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس حق [قرآن و اسلام] کے ساتھ جو تمہارے پاس آچکا ہے کفر کرتے ہیں''۔

پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کا ولی اللہ تعالی کے دشمن کو اپنا دوست بنائے اور قرآن و رسول پر ایمان لانے والی ایک عورت اپنے منعم حقیقی اللہ کے دشمن اور خود اپنے دشمن کے ساتھ زندگی گزارنے کا عہد و پیمان کرے؟ کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی دشمنی ہو سکتی ہے کہ کوئی تمہیں ایک لہلاتے باغ اور آرام و آرائش کی جگہ سے نکال کر دہکتی آگ اور نہ ختم ہونے والی الم و حسرت کی جگہ میں ڈال دے: ﴿ٱللَّهُ وَلِيُّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ يُخۡرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِۖ وَٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَوۡلِيَآؤُهُمُ ٱلطَّٰغُوتُ يُخۡرِجُونَهُم مِّنَ ٱلنُّورِ إِلَى ٱلظُّلُمَٰتِۗ أُوْلَٰٓئِكَ أَصۡحَٰبُ

ٱلنَّارِۖ هُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴾[البقرہ:۲۵۷)''اللہ تبارک وتعالی مومنوں کو ولی وکارساز ہے وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے اور کافروں کے اولیاء شیطان ہیں وہ انہیں روشنی سے [اسلام سے] نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں''۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جب بیوہ ہوئیں تو مدینہ منورہ کے ایک رئیس زادے ابوطلحہ شادی کا پیغام بھیجتے ہیں، اس وقت ام سلیم مسلمان ہو چکی تھیں اور ابوطلحہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔لہذا ام سلیم نے یہ دوٹوک جواب دے کران کے پیغام کو رد کر دیا کہ اے ابوطلحہ! اللہ کی قسم آپ کی وہ حیثیت ہے کہ آپ کا پیغام رد نہ کیا جائے ،لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ کافر ہیں اور میں مسلمان عورت ہوں،اور کسی مسلمان عورت کے لئے مناسب نہیں ہے کہ کسی کافر کے ساتھ شادی کرے۔(مسند احمد،سنن نسائی)۔

حالانکہ ابھی تک مسلم و کافر کی شادی کے بطلان کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، پھر بھی ایک مسلمان عورت کی غیرت اور عزت نفس دیکھئے کہ اپنے کو کسی کافر کی قوامیت اور نگرانی میں دینا گوارا نہیں کیا۔

دوسرا سبب: اس برائی کا دوسرا اہم سبب غیر شرعی نظام تعلیم اور ملحدانہ نصابِ تعلیم ہے۔آج ہمارا نصابِ تعلیم ایک ڈاکٹر تو بناتا ہے،لیکن ایک مسلمان اور اسلامی ڈاکٹر نہیں بناتا۔آج ہمارا منہجِ تعلیم اور ہمارے بچے بچیوں کو ایک انجینئر تو بناتا ہے لیکن ایک مسلمان اور اپنے اندر اسلامی روح رکھنے والا انجینئر نہیں بناتا۔ بلکہ آج ہمارا نظام تعلیم ہمارے بچوں کو دین سے بے گانہ اور ہمارا نصابِ تعلیم بچوں کے ذہن میں الحاد کی بیج بوتا ہے۔یہی وجہ ہے آج سے بہت پہلے عصری تعلیم کے ایک بڑے موید اقبال مرحوم نے اس کو محسوس کیا اور یہ لکھنے پر مجبور ہوئے۔

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر — لبِ خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم — کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

گھر میں پرویز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نما — لے کے آئی ہے مگر تیشہَ فرہاد بھی ساتھ

تخمِ دیگر بکف آریم و بکاریم زنو — کانچہ کشتیم ز خجلت نتواں کرد درو

آخری شعر جو فارسی زبان میں اور اصل میں ملا عرشی کا شعر ہے اس میں اصل مسئلے کا حل پیش کیا گیا ہے کہ "اب ہمیں کہیں سے نیا بیج لانا چاہئے اور اسے کاشت کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ جو بیج پہلے کاشت کیا تھا اس کی فصل کاٹنا باعث ندامت بن گیا ہے۔

شاید نبی کریم ﷺ نے توریت کے اوراق پڑھنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ناراضگی کا اظہار اسی لئے کیا تھا۔ چنانچہ مسند احمد اور مسند دارمی وغیرہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تورات کا ایک نسخہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اللہ کے رسول! یہ تورات کا نسخہ ہے، آپ خاموش رہے، اور انہوں نے اسے پڑھنا شروع کر دیا، جبکہ رسول اللہ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدلنے لگا، یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر نے فرمایا: عمر! گم کرنے والی تمہیں گم پائیں، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور کی طرف نہیں دیکھ رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا تو فوراً بول اٹھے: میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غضب سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے۔ اگر موسیٰ (علیہ السلام) بھی تمہارے سامنے آجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرنے لگو تو تم سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاؤ گے، اور اگر وہ زندہ ہوتے اور وہ میری نبوت (کا زمانہ) پا لیتے تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔ (مسند الدارمی: 441)۔

لہٰذا ضرورت ہے کہ قوم کے دانشور اور سرکردہ حضرات اس سلسلے میں کوئی قدم جلد اٹھائیں تا کہ امت کے نوجوانوں لڑکے لڑکیوں کو ہلاکت سے بچایا جا سکے، ضرورت ہے کہ آج اپنے کالجیز اور یونیورسٹیاں ہوں، ہمارا اپنا نصابِ تعلیم ہو، اور اس میں اسلامی ماحول نمایاں ہو۔

تیسرا سبب۔مردوزن کا اختلاط: اس برائی کا تیسرا بڑا سبب تعلیمی مراکز، کارخانوں اور جائے عمل میں مردوزن کا اختلاط ہے، یعنی ایک جگہ بغیر کسی حائل کے دونوں جنسوں کا موجود رہنا اور کام کرنا ہے۔ یہ چیز جس قدر خطرناک ہے، اسی قدر ہماری قوم کی توجہ اس طرف کم ہے، بلکہ مسلمانوں کے ایک بہت بڑے طبقے کے نزدیک نہ صرف یہ کہ یہ کوئی برائی نہیں ہے بلکہ اس سے پرہیز تہذیب وترقی کے خلاف اور غیر مہذب قوم کا طریقہ ہے۔

جبکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مردوعورت دونوں کے بیٹھنے اور کام کرنے حتی کہ عبادت کرنے کی جگہیں بھی الگ الگ ہوں، اسی لئے اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "(نماز میں) مردوں کی سب افضل صف پہلی ہے اور سب سے بری صف آخری ہے۔ اس کے بر عکس عورتوں کی سب سے بری صف پہلی اور سب سے افضل صف آخری ہے"۔ (صحیح مسلم: ۴۴۰)۔

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ایسا اس لئے ہے تاکہ مردوں سے عورتوں کا اختلاط نہ ہو، وہ ان سے دور رہیں، نہ انہیں دیکھیں اور نہ مردوں کی حرکات کو دیکھیں، جس سے ان کا دل ان کی طرف مائل ہو۔

چوتھا سبب۔خلوت: خلوت کا معنی ہے کہ ایک مردوعورت کا کسی ایسی جگہ ملنا جہاں سے ان کی بات یا ان کی حرکات کوئی دوسرا محسوس نہ کرسکے، یہ خلوت خواہ کسی بھی کام اور مقصد کے لئے ہو اسلامی شریعت میں اس کی کوئی اجازت نہیں ہے، بلکہ ایسا کرنا اللہ پر اور آخرت پر ایمان کے منافی قرار دیا گیا ہے۔ نبیِ کریم ﷺ کا فرمان ہے:" جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ کسی عورت کے ساتھ بغیر اس کے کسی محرم کے خلوت اختیار نہ کرے۔ (مسند احمد بروایتِ جابر)۔

اگر غور کیا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ اس وقت ہم جس مشکل میں پڑے ہیں اس میں اختلاط اور خلوت کا بہت بڑا رول ہے، بلکہ دین کی کمزوری کے بعد سب سے بڑا سبب یہی ہے۔

اس موضوع کو میں نے اپنی کتاب " لڑکیوں کی بغاوت میں دلائل وشواہد کے ساتھ تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

اصلی مجرم: میرے اپنے تجزیے کے مطابق لڑکیوں کی اس بے راہ روی کا حقیقی مجرم کافی حد تک ان کے باپ ہیں۔ان کی ماؤں کو بھی اس جرم الگ نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ باپ ماں نے نہ تو اپنے گھر کا ماحول دینی رکھا، نہ ہی اولاد کو دینی اقدار سکھلایا اور نہ مومن و کافر کا حقیقی فرق بتلایا۔ان کی ساری توجہ اس امر پر مرکوز رہی کہ میری بیٹی اعلی تعلیم حاصل کر لے اور اسے اچھی نوکری مل جائے، لیکن اس طرف قطعاً توجہ نہ دی کہ ان حالات میں میری بیٹی مسلمان بھی رہ جائے گی کہ نہیں؟ انہیں یہ فکر تو صبح وشام دامن گیر رہی کہ میری بیٹی ڈاکٹر بن جائے، انجینئر بن جائے۔لیکن وہ مومن و مسلمان بھی بنے، اس کے بارے میں شاید کبھی سوچا بھی نہ ہو۔ ان کی یہ کوشش ضرور رہی کہ میری بیٹی اچھے نمبرات حاصل کر لے، اسے اچھا ٹیوٹر ملے۔لیکن اس بارے میں کبھی بھی نہ سوچا کہ میری بیٹی کا استاذ دین واخلاق کا بھی مالک ہے کہ نہیں۔ اگر بیٹی امتحان میں کم نمبر سے پاس ہوئی ہوگی تو سخت برہمی کا اظہار کیا ہوگا، مارنے کی دھمکی دی ہوگی۔لیکن لڑکی نے نماز میں کوتاہی کی ہوگی تو اس کی وجہ سے ماتھوں پر بل نہ آئے ہوں گے۔ ان کی توجہ اس پر تو مرکوز رہی ہوگی کہ میری بچی انگریزی زبان بولنے اور سمجھنے لگے، لیکن یہ کبھی نہ سوچا ہوگا کہ اسے قرآن مجید کا صرف ترجمہ ہی پڑھا دیا جائے۔

غرض یہ کہ اللہ تعالی کی طرف سے سونپی گئی حقیقی ذمہ داریوں کو ماں اور باپ بھولے رہے، انہیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے اوپر اولاد کی کیا ذمہ داری رکھی ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾

[التحریم:6] "ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں"۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:" جس کسی بندے کو اللہ تعالی رعایا کی ذمہ داری دیتا ہے اور اس کی موت اس حالت میں ہوتی ہے کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ دھوکہ کرنے والا ہے تو اللہ

تعالیٰ اس پر جنت حرام کردیتا ہے" ۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)۔

ہر ذی ہوش ماں باپ سے سوال ہے کہ دنیا میں اس سے بڑا دھوکہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ باپ اپنی اولاد کو دنیا کی عارضی زندگی میں کام آنے والے امور سے آشنا کرائے اور آخرت کی ابدی زندگی میں کام آنے والے امور کی طرف کوئی توجہ نہ ہو۔ اللہ کی قسم! اس سے بڑا دھوکہ اور خیانت دنیا میں اور کچھ نہیں ہے۔ لہٰذا جو باپ اپنی اولاد کو دین کی بنیادی باتوں سے آشنا نہیں کراتا، دینی تعلیم نہیں دیتا، اپنی بیٹیوں کو حجاب و پردہ کے احکام نہیں بتلاتا، غیر مردوں کے ساتھ اختلاط وخلوت سے نہیں روکتا، عریانیت سے دور نہیں رکھتا وغیرہ وغیرہ تو وہ اپنی اولاد کے ساتھ سب سے بڑا دھوکہ باز اور خائن ہے۔ پھر اگر لڑکی کوئی غلط قدم اٹھالیتی ہے تو دنیا میں رسوائی و ذلت اور آخرت میں دردناک عذاب کا مستحق سب سے زیادہ اس کے ماں باپ ہیں۔

اس موقعہ پر ایک اہم معاملہ یہ بھی قابل غور ہے کہ شرعی نقطہ نظر سے لڑکی کی شادی کے لئے اس کے ولی کی اجازت ضروری ہے۔ بلکہ ہر وہ نکاح جو ولی کی اجازت کے بغیر ہو باطل اور غیر شرعی قرار پاتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: " جو عورت بھی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کرتی ہے تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے" ۔ (سنن ابوداود، سنن الترمذی)۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ہے: " کوئی عورت کسی عورت کی شادی نہ کرے اور نہ ہی کوئی عورت خود اپنی شادی کرے۔ اور وہ تو زانیہ اور فاحشہ عورتیں ہیں جو [ولی کی اجازت کے بغیر] اپنا نکاح خود کرلیتی ہے" ۔ (سنن ابن ماجہ)۔

لہٰذا یہ امر اچھی طرح ذہن نشین رہنی چاہئے کہ کورٹ میرج اور لو میرج کرنے والی لڑکیاں اگر اس کا تدارک نہیں کرتیں تو بحکم شرع زنا کاری کی شکار ہیں اور ان کی اولاد حرام اولاد شمار ہوگی۔

یہ اس صورت میں ہے کہ جس لڑکے سے وہ لڑکی کورٹ میرج کررہی ہے وہ مسلمان ہے، لیکن اگر کوئی لڑکی کسی غیر مسلم سے شادی کرتی ہے، خواہ ولی کی اجازت ہی سے کیوں نہ ہو تو یہ معاملہ خطرناک

سے خطرناک تر ہے کیونکہ شرعی طور پر ایسا نکاح باطل اور مزید یہ کہ ایسے عمل کو جائز سمجھنا کفر اور دین سے ارتداد ہے ۔ ارشاد باری تعالی ہے :﴿ وَلَا تُنكِحُوا۟ ٱلْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا۟ ﴾ [البقرۃ: 221] ''اور مشرک مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو مت دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لا لیں''۔

نیز فرمایا:﴿ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ﴾ [الممتحنۃ:10] "یہ مومنہ عورتیں ان کے یعنی کافروں کے لئے حلال نہیں اور وہ کافر مرد ان کے یعنی مسلمان عورتوں کے لئے حلال نہیں"۔

ان دونوں آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ برضا و رغبت مسلمان نہ ہو جائے ۔لہٰذا اسے جائز سمجھنا، اس پر راضی ہونا، اس پر موافقت کا اظہار کرنا، علماء کے نزدیک متفقہ طور پر کفر اور دین سے پھر جانا ہے۔

لہٰذا معاملہ بڑا ہی خطرناک ہے، وہ لڑکی جو کسی غیر مسلم سے شادی کرنا چاہتی ہے یا کر رہی ہے اور اس کے والدین اگر چہ طوعا و کرھا اس پر موافقت ظاہر کر رہے ہیں، انہیں یہ دھیان رکھنا چاہئے کہ ان کی لڑکی اور وہ خود دین اسلام سے نکل کر دین کفر میں داخل ہو رہے ہیں، اللہ تعالی کے ولیوں کے گروپ سے جدا ہو کر اللہ تعالی کے دشمنوں اور شیطان کے ولیوں میں شامل ہو رہے ہیں، اور بالآخر جنتیوں کے گروہ سے کنارہ کش ہو کر جہنمیوں کے گروہ میں داخل ہو جا رہے ہیں۔ایسا شخص اگر نماز بھی پڑھتا ہے، روزہ بھی رکھتا ہے، لیکن چونکہ اللہ تعالی کے حرام کردہ کام کو حلال سمجھ رہا ہے لہذا کافر ہے اور اس کے کفر پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے :﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا۟ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَٰلَهُمْ ﴾ [محمد:9] "یہ اس لئے کہ وہ ایسی راہ پر چلے جس سے انہوں نے اللہ تعالی کو ناراض کر دیا، اور اللہ تعالی کی رضامندی کے کام کو ناپسند کیا تو اللہ تعالی نے بھی ان کے تمام اعمال اکارت کر دئے۔

اسی طرح وہ معاشرہ بھی مجرم کی صف میں کھڑا ہے، جس میں شادی کے معاملے کو مشکل ترین کام بنا دیا گیا ہے۔اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ مسلم معاشرے میں بسنے والے لوگوں کے یہاں

اسلامی اقدار کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے، وہ کتابوں میں تو یہ پڑھتے ہیں اور اپنی زبان سے اقرار بھی کرتے ہیں کہ "رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا" میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول ہونے کو برضا ورغبت قبول کرتا ہوں۔ لیکن عملا اس کا رب اس کا خاندان ہے، اس نے اپنے معاشرے کو رسول کی حیثیت دے رکھی ہے اور اپنا دین خاندانی اور علاقائی رسم ورواج کو بنا رکھا ہے۔ جس کا نتیجہ ہے معاشرے میں شادی اور اس کے لوازمات کو پورا کرنا ایک مشکل کام ہوگیا ہے، اس کے نزدیک دوسری شادی ایک ناقابلِ معافی جرم ہے اور بلوغت کے فورا بعد شادی کرنا دورِ جاہلیت کی رسم ہے۔

لہٰذا رجب تک رسم ورواج کے بت نہیں توڑے جائیں گے اس وقت تک اس مسئلے کا حل نکلنا مشکل ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حجۃ الوداع کے خطبے میں بڑے زوردار انداز میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ " جاہلیت کی تمام معاملے میں اپنے ان قدموں کے نیچے روند دے رہا ہوں"۔ (صحیح مسلم)

آخر میں اختصار کے ساتھ چند وہ باتیں نقاط کی شکل میں رکھی جارہی ہیں جن کا اہتمام کرکے ماں اور باپ اپنے بچے وبچیوں کو اس برائی کے دلدل میں پھنسنے سے بچا سکتے ہیں۔ یہ وہ نقاط ہیں جن کا ذکر مولانا عمرین نے اپنے مقالے میں کیا ہے۔

1-- اسلامی نظام کے مطابق مسلمان بچیوں کو پردے کا پابند بنایا جائے، ان میں حیاداری، عفت وعصمت کی حفاظت کا جذبہ، اور عقیدۂ توحید ورسالت کی عظمت پیدا کی جائے۔ روزانہ ہمارے گھروں میں آدھے گھنٹے ہی سہی کسی اچھی مستند اور ذہن ودل کو متاثر کردینے والی کتاب کی تعلیم کی جائے (اور سب سے بہتر یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر کا اہتمام ہو)۔

2-- مخلوط نظام تعلیم سے اپنی بچیوں کو بچایا جائے، غیر مخلوط تعلیمی نظام کے قیام پر بھرپور توجہ دی جائے اور محفوظ ماحول میں معیاری تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

3-- جو لڑکیاں اسکولوں اور کالجوں میں پڑھ رہی ہیں، ان کی دینی تعلیم وتربیت اور ذہن

سازی کی بھرپور کوشش کی جائے (جس کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ ہفتے میں کم از کم ایک گھروں اور محلوں میں دینی مجلسیں منعقد کی جائیں) نیز ان کی عادات، اطوار، اخلاق پر پوری نظر رکھی جائے، کردار سازی میں معاون بننے والا لٹریچر انہیں مطالعے کے لیے دیا جائے۔

4-- ٹیوشن کلاس کے نام پر اجنبی لڑکوں سے اختلاط کا موقع نہ دیا جائے، کسی ٹیچر یا ساتھی طالب علم کے گھر پر کسی تعلیمی ضرورت کے نام سے بھی جانے کی اجازت نہ دی جائے، (اگر جانا ناگزیر ہوتا تنہا نہ جانے دیا جائے) کالج لانے لے جانے کا خود انتظام کیا جائے۔

5-- اینڈرائڈ (Android) موبائیل اور بائک خرید کر نہ دی جائے، یہ دونوں چیزیں بے حیائی کے دروازے کھولنے والی اور عفت و عصمت کی تباہی کے دہانے تک پہونچانے والی ہیں۔

6-- موبائیل ریچارج یا زیراکس کے لیے غیر مسلموں کی دوکان پر جانے کی اجازت نہ دی جائے (بلکہ چاہئے کہ لڑکیوں کا یہ کام اس کا باپ یا اسکے بھائی کریں اور اگر بہت مجبوری ہو تو لڑکی کی جگہ اس کی ماں یہ خدمت انجام دے)۔اسی طرح کالج کے اندر یا اس سے قریب غیر مسلموں کے کینٹین سے بچنے کی ہدایت دی جائے۔

7-- غیر مسلم لڑکیوں کی دوستی سے بھی روکا جائے کہ آئندہ یہ دوستی بھی کسی فتنہ کا دروازہ بن سکتی ہے۔(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: صرف مومن آدمی کی صحبت اختیار کرو اور تیرا کھانا بھی کوئی متقی ہی کھائے)۔(سنن ابی داود: ۴۸۳۲ بروایت ابوسعید خدری)۔

8-- بچیوں کے مسائل اور ان کو پیش آنے والی پریشانیوں پر توجہ دی جائے، یاد رکھیں! گھر میں توجہ کی کمی باہر کا راستہ دکھاتی ہے۔

9-- اگر بچیاں کسی تعلیمی ضرورت سے انٹرنیٹ استعمال کر رہی ہیں تو ان کی بھرپور نگرانی کی جائے، اس لیے کہ بھٹکنے اور بہکنے کے اکثر دروازے انٹرنیٹ کے ذریعہ کھلتے ہیں۔

❀ ❀ ❀